درود و سلام

مع

عید میلاد النبی ﷺ

انجینیئر حافظ محمد آصف قادری

افکارِ اسلامی
اسلام آباد، کراچی

دعوتِ فکر و عمل

☆ قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کیجیے اور اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن "کنزالایمان" پڑھیے۔

☆ اپنے ایمان کی حفاظت کیجیے۔ اس کے لیے علمائے حق اہلسنت کی کتب کا مطالعہ فرمائیے اور کسی صحیح العقیدہ عالمِ دین سے عقائد اور دینی مسائل سیکھیے۔

☆ فرائض وواجبات کی ادائیگی کو ہر کام پر فوقیت دیجیے اور سنتوں پر عمل کی کوشش کیجیے۔ نیز تمام حرام اُمور سے اور عقیدہ کی بدعات سے اجتناب کیجیے۔

☆ نماز دین کا ستون ہے، اس کی حفاظت کیجیے۔ روزانہ پابندی سے پانچ وقت نماز ادا کیجیے کہ کوئی مجاہدہ اور کوئی وظیفہ نماز کی پابندی کے برابر نہیں ہے۔

☆ آپ کی اصل کمائی آپ کی اولاد ہے۔ اپنی اولاد کو بے دین اور بد مذہب ہونے سے بچائیے۔ اسے نبی کریم ﷺ کی محبت اور ایصالِ ثواب کی تعلیم دیجیے۔

☆ عرس مبارک، میلاد شریف، گیارھویں شریف اور ایصالِ ثواب کی محافل میں کھانے یا مٹھائی کے علاوہ علمائے اہلسنت کی کتب بھی تقسیم کیجیے۔

☆ اپنے لیے اور اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کے لیے دینی کتب چھپوا کر تقسیم کیجیے کہ یہ بہترین صدقۂ جاریہ ہے، نافع علم بھی اور تبلیغ دین بھی۔

☆☆ شعبہ دعوت وتبلیغ ☆☆

جامعہ انوارُ القرآن

جامع مسجد کنزالایمان، آئی ٹن ون، اسلام آباد

قرآن وحدیث اور اقوالِ محدثین کی روشنی میں

درود و سلام

مع

عید میلاد النبی ﷺ

﴿ازافادات﴾

مفکرِ اسلام، پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری جیلانی

دامت برکاتہم القدسیہ

﴿مؤلف﴾

انجینئر حافظ محمد آصف قادری

﴿ناشر﴾

افکارِ اسلامی، اسلام آباد

فہرست

فہرست

تقریظِ جلیل

مفکرِ اسلام، امیر اہلسنت، پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری جیلانی

دامت برکاتہم القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم. نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرمانِ الٰہی ہے، ''بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے پر، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔ (الاحزاب)

ممکن ہے کہ یہ سوال ذہن میں آئے کہ جب اللہ تعالیٰ اور فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں تو پھر ہمیں درود بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب یہ ہے کہ ہم آقا کریم ﷺ پر درود وسلام اس لیے نہیں بھیجتے کہ انہیں اس کی حاجت ہے۔ بلکہ ہم اُن پر درود اس لیے بھیجتے ہیں کہ ہمیں اس کی حاجت ہے، کیونکہ جب ہم ان پر درود پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرمائے گا اور ہم ان پر سلام بھیجیں گے تو رب تعالیٰ ہم پر سلامتی نازل فرمائے گا۔

درود وسلام پڑھنے کے بیشمار فوائد احادیثِ مبارکہ میں موجود ہیں۔ سیدِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، قیامت کے دن تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے۔ جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر سو بار درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا، ستر حاجات آخرت کی اور تیس دنیاوی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس درود کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جو وہ درود میری قبر میں لاکر پیش کرے گا جیسے تم پر ہدیے پیش کیے جاتے ہیں۔ (دُرِّ منثور)

علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں کہ درود شریف مناسب بلند آواز سے پڑھنا چاہیے کیونکہ بلند آواز سے درود شریف پڑھنے سے دلوں سے نفاق اور بدبختی دور ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ تک درود وسلام پہنچانے کے دو طریقے ہیں۔ایک طریقہ یہ ہے کہ فرشتے ان کی بارگاہ میں درود وسلام پہنچائیں۔اور دوسرا طریقہ یہ ہے آقا ومولیٰ ﷺ خود اپنے روضۂ اقدس سے ہمارے درود وسلام سنیں۔بقول اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ،

دور ونزدیک کے سننے والے وہ کان　　کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

نبی کریم ﷺ کی سماعت کی تو بہت اعلیٰ شان ہے،حدیث پاک سے تو یہ ثابت ہے کہ دنیا کی عورت کی آواز، جنت کی حور سن لیتی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا،

جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا پہنچاتی ہے تو اس مومن شوہر کی جنتی بیوی جو حور عین ہے،اس عورت سے کہتی ہے،اسے ایذا نہ پہنچا،اللہ تجھے ہلاک کرے۔یہ تیرے پاس مہمان ہے اور جلد ہی تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔
(ترمذی،ابن ماجہ،مشکوٰۃ)

یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ دنیا کی عورت کی آواز جنتی حور سن لیتی ہے حالانکہ جنت دنیا سے کئی ہزار سال کے فاصلے پر ہے۔جب ایک حور کی قوتِ سماعت اس قدر ہے تو جانِ کائنات،امام الانبیاء ﷺ کی قوتِ سماعت کی کیا اعلیٰ شان ہوگی۔اسی طرح ایک حدیث پاک میں آقا ومولیٰ ﷺ کا ارشادِ عالیشان ہے،

’’بیشک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔آسمان سے چرچراہٹ کی آواز نکل رہی ہے کیونکہ اس میں بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدے کی حالت میں نہ ہو‘‘۔(احمد،ترمذی،مشکوٰۃ)

ثابت ہوا کہ نورِ مجسم ﷺ کی سماعت وبصارت عام انسانوں جیسی نہیں۔جب آپ ﷺ مدینہ منورہ سے آسمان کی چرچراہٹ بھی سن لیتے ہیں اور اس کے ہر حصے پر سجدہ کرنے والے فرشتوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں تو ہم غلاموں کے درود وسلام سننا اور ہمیں ملاحظہ فرمانا آپ ﷺ کے لیے یقیناً کوئی مشکل نہیں۔

۲۰۰۶ء میں ایک سوال کے جواب میں مفتیٔ اعظم مصر نے عید میلاد النبی ﷺ کے جائز ہونے پر فتویٰ دیا جسے ہم نے ماہنامہ مصلح الدین کراچی، اپریل ۲۰۰۷ء کے شمارے میں ترجمے کے ساتھ شائع کیا۔وہ رقمطراز ہیں،

’’رسول اُللہ ﷺ نے خود بنفسِ نفیس اپنے میلاد شریف پر ہمارے لیے شکر ادا کرنا مسنون فرما دیا۔صحیح حدیث میں ہے کہ آپ پیر کے دن روزہ رکھتے اور فرماتے، میں اس دن پیدا ہوا۔تو یہ نبی کریم ﷺ کی جانب سے اپنی ذاتِ شریفہ اور امت پر اللہ عزوجل کے احسانِ عظیم کا شکر ہے۔تو اب امت کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اس احسانِ عظیم اور عطائے مصطفوی پر اللہ عزوجل کی جناب میں شکر ادا کرنے کا ہر اچھا انداز اپنائیں۔کھانا کھلانا،نعتیہ کلام پیش کرنا، ذکرِ میلاد کا اجتماع کرنا، روزے رکھنا،نوافل ادا کرنا یہ سب ادائے شکر کی مختلف صورتیں ہیں کہ ’’ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہو‘‘۔

علامہ صالحی نے سیرت کی مشہور کتاب ’’سبل الہدیٰ والرشاد فی ھدی خیر العباد‘‘ میں اپنے زمانے کے ایک بزرگ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ خواب میں نبی کریم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے تو بارگاہِ اقدس میں شکایت پیش کی کہ بعض عالم کہلانے والے میلاد شریف کی محفل کو ’’بدعت‘‘ کہتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

’’جو ہماری خوشیاں مناتے ہیں ہم ان سے خوش ہیں‘‘۔

عزیزم انجینئر حافظ محمد آصف قادری زیدمجدہٗ کی پیشِ نظر کتاب، درود وسلام کے فضائل اور عید میلاد النبی ﷺ سے متعلقہ اُمور پر مشتمل تحقیقی تالیف ہے۔فقیر نے اسے بعض مقامات سے دیکھا تو خوب پایا۔باری تعالیٰ اسے مقبول ونافع بنائے اور مؤلف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے،آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

شاہ تراب الحق قادری

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم

تمام تعریفیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں اپنے حبیب ﷺ کا امتی بنایا اور بیشمار درود وسلام ہوں حبیبِ کبریاء سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر کہ جن کے صدقے میں ہمیں ایمان نصیب ہوا۔ آقا ومولیٰ ﷺ کا فرمانِ ذیشان ہے، ''جو کسی مشکل میں مبتلا ہوجائے، اُسے چاہیے کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھے۔ بیشک درود مشکلات آسان کرتا ہے اور تکالیف دور کردیتا ہے''۔ (القول البدیع: ۲۱۹)

رحمتِ عالم نورِ مجسم ﷺ کا فرمان ہے، جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا، وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔ (طبرانی، القول البدیع: ۱۴۰)

اس حدیث کی شرح میں علماء فرماتے ہیں کہ بالفرض اگر وہ شخص دیگر نیک اعمال کی وجہ سے جنت کا حق دار ہو بھی گیا تو وہ اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے گا اور اُسے جنت کا راستہ نہ مل سکے گا۔ کوشش کیجیے کہ حضور ﷺ کا اسمِ گرامی سن کر ہمیشہ درود پڑھنے کی عادت قائم رہے، خصوصاً روزانہ اذان میں اسمِ اقدس سن کر درود کا اہتمام رکھیے۔

درود وسلام کے فضائل پر علماء نے بیشمار کتب لکھی ہیں۔ فقیر نے راؤ محمد سلیم بھائی کی خواہش پر درود وسلام کے فضائل اور بعض فضیلت والے درود تحریر کیے۔ اس سے قبل عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ایک کتاب تالیف کرنے کی سعادت ملی تھی۔

سلیم بھائی نے چاہا کہ ''درود وسلام'' اور ''عید میلاد النبی ﷺ'' پر کتاب کو ایک جلد میں شائع کیا جائے تاکہ مسلمان اس سے نفع پائیں۔ رب تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرما کر مجھ فقیر کے لیے، محمد سلیم بھائی کے لیے اور ہمارے والدین واہلِ خانہ کے لیے توشۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ بنائے، آمین بجاہِ النبی الکریم ﷺ۔

محمد آصف قادری عفرلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لَکَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

مومنو! درود وسلام پڑھو:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾

''بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے پر، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔ (الاحزاب: ۵۶)

اس آیت مبارکہ میں درود بھیجنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، ملائکہ کی طرف بھی اور ایمان والوں کی طرف بھی۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی فعل مخلوق کے افعال جیسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول ﷺ سے بیحد محبت ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ایمان والے اس کے حبیب ﷺ کی شان وعظمت کو سمجھیں، ان سے محبت کریں اور جس قدر ہوسکے، ان کا ذکر کرنے کی سعادت پائیں۔

﴿یُصَلُّوْنَ﴾ مضارع کا صیغہ ہے جس کا مطلب استمرار اور دوام ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت، ہمیشہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔

رب تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کا ذکر بلند کرنا تھا اور اشرف المخلوقات یعنی مومنوں کو بھی اس عظیم کام میں شریک کرنا تھا اس لیے پہلے نبی کریم ﷺ پر خود اپنے درود بھیجنے کا اور پھر فرشتوں کے درود بھیجنے کا ذکر کیا۔ اور فرمایا، اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس سعادت سے محروم نہ رہنا لہٰذا،

''اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

اس آیت کی تفسیر میں امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ﴿وَاَمَّا التَّسْلِیْمُ فَهُوَ اَنْ

يُقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ﴾

''سلام عرض کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کہا جائے، اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ''۔ (شعب الایمان ج۲ ص۲۲۰)

مذکورہ آیت کے آغاز میں لفظ ﴿اِنَّ﴾ فرمایا گیا جس کا معنی ہے، ''بے شک''۔ یہ لفظ شک دور کرنے کے لیے آتا ہے۔ گویا رب تعالیٰ نے منافقین کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جب سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حبیب ﷺ پر درود و سلام میں مشغول ہیں تو تمہارا دعویٰ ایمان سچا نہ ہوگا جب تک تم بھی میرے حبیب ﷺ کی عظمت کو دل سے نہ مانو گے اور ایمان والوں کی طرح درود و سلام کی کثرت نہ کرو گے۔

جب اللہ تعالیٰ نے درود و سلام پڑھنے کے لیے مطلق حکم دیا ہے اور کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنے کی قید نہیں لگائی ہے تو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے سے منع کرے یا بیٹھ کر پڑھنے کو ہی جائز سمجھے۔ بلاشبہ درود شریف پڑھنا شرعاً ممنوع اوقات کے علاوہ ہر وقت اور ہر حالت میں جائز ہے۔

تمام عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور جب بھی آقا و مولیٰ ﷺ کا ذکر سنے یا کرے، درود پڑھنا واجب ہے۔ اگر کسی مجلس میں بار بار نورِ مجسم ﷺ کا ذکر کیا جائے تو ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

''صلوٰۃ'' کے معانی:

لغت کے لحاظ سے لفظ ''صلوٰۃ'' کے معنی ہیں، ''محبت اور میلان''۔

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات: ۸۱)

عربی زبان میں لفظ ''صلوٰۃ'' محبت، خاص رحمت، تعظیم، دعا اور تعریف و ثناء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے محبت کرتا ہے، ان پر خاص رحمت نازل فرما کر ان کے

درجات بلند فرماتا ہے اور ان کی تعریف و تعظیم کرتا ہے۔

جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے (آقا و مولیٰ ﷺ کی تعریف و تعظیم میں زیادتی کی) دعا مانگتے ہیں۔ اور جب اس کی نسبت مسلمانوں کی طرف ہو تو اس سے دعا، تعظیم اور تعریف تینوں مراد ہوتے ہیں۔ اور ان تمام باتوں کا سبب یہ ہے کہ فرشتے اور مومن بھی حضور ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔

''حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے اپنے حبیب ﷺ کی تعریف فرماتا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے (حضور ﷺ کے مرتبے میں اضافے کی) دعا مانگتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿يُصَلُّوۡنَ﴾ کی تفسیر ﴿يُبَرِّكُوۡنَ﴾ سے فرمائی ہے، یعنی فرشتے برکت کی دعا کرتے ہیں''۔ (بخاری کتاب التفسیر)

علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''صَلوٰۃ'' کا ایک معنی دعا ہے۔ نماز میں بھی دعا ہوتی ہے (اس لیے اسے صلوٰۃ کہتے ہیں)۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا اصل معنی تعظیم ہے اور نماز کو صلوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

جب ہم تشہد میں کہتے ہیں، ﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ﴾ یہ تعظیم کے وہ کلمات ہیں جن کا مستحق اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ اور جب ہم کہتے ہیں،

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ﴾ تو اس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! دنیا میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر بلند کر کے ان کی تعظیم فرما، ان کا دین غالب کر، ان کی شریعت باقی رکھ، اور آخرت میں آپ ﷺ کو امت کے حق میں شفاعت کرنے والا بنا اور آپ کو کئی گنا اجر و ثواب عطا فرما۔ (النہایہ ج۳: ۴۶)

سلام کا مشہور معنی سلامتی کی دعا ہے جبکہ ایک اور معنی تسلیم کرنا یا اطاعت کرنا ہے۔

پس ان معانی کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ﴿صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا﴾ کا حکم دینے

میں حکمت یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم بھی میرے حبیب ﷺ سے محبت کرو، ان کی تعظیم کرو، ان کی تعریف وثناء کرو، ان کے لیے رحمت وبرکت کی دعا کرو، ان کی عظمت تسلیم کرو اوران کے احکامات کی اطاعت کرو۔

درود وسلام کے الفاظ:

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام بھیجنے سے تو آگاہ فرما دیا ہے (یعنی کہ ہم یہ پڑھیں، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ) آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا،

تم یوں پڑھو، ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی)

صحابہ کرام کے سوال کرنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ''لفظ صلوٰۃ میں انہوں نے اپنی طرف سے الفاظ مقرر کرنا پسند نہیں کیا، خود رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر کے الفاظِ صلوٰۃ متعین کرائے، اسی لیے نماز میں عام طور پر انہی الفاظ کے ساتھ صلوٰۃ کو اختیار کیا گیا ہے۔ مگر یہ کوئی ایسی تعیین نہیں جس میں تبدیلی ممنوع ہو، کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ سے صلوٰۃ یعنی درود شریف کے بہت سے مختلف صیغے منقول وماثور ہیں۔

صلوٰۃ وسلام کے حکم کی تعمیل ہر اس صیغہ سے ہوسکتی ہے جس میں صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ہوں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ الفاظ آنحضرت ﷺ سے بعینہٖ منقول بھی ہوں۔ بلکہ جس عبارت سے بھی صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ادا کیے جائیں، اس حکم کی تعمیل اور درود شریف کا ثواب حاصل ہوجاتا ہے''۔ (معارف القرآن ج ۷: ۲۲۳)

صیغۂ خطاب سے سلام پڑھنا:

بعض لوگ نماز کے علاوہ صرف درودِ ابراہیمی پڑھنے پر زور دیتے ہیں لیکن وہ نماز والا سلام پڑھنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ درودِ ابراہیمی میں صرف صلوٰۃ کا ذکر ہے سلام کا نہیں جبکہ مذکورہ آیت میں درود اور سلام دونوں پڑھنے کا حکم ہے۔ لہٰذا درود ابراہیمی پڑھنے سے سلام کے حکم پر عمل ممکن نہیں، اس لیے ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾ پڑھنے سے قرآنی حکم پر عمل ہوجاتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ نماز والا درود نماز کے علاوہ بھی پڑھنا چاہیے مگر نماز والا سلام بھی نماز کے علاوہ پڑھنا چاہیے، یہ صحابہ کرام کی سنت اور مومن ہونے کی علامت ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ کتاب الشفا کی شرح میں فرماتے ہیں،

﴿وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّۃِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾ (نسیم الریاض ج ۳: ۴۵۴)

''منقول ہے کہ صحابہ کرام بارگاہِ نبوی میں یوں درود وسلام پیش کیا کرتے تھے، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آقا ومولیٰ ﷺ کے ساتھ مکہ کے نواح میں گیا۔ ﴿فَمَا اسْتَقْبَلَہٗ جَبَلٌ وَّلاَ شَجَرٌ اِلَّا وَھُوَ یَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾ جو پتھر یا درخت راستے میں ہوتا وہ کہتا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔
(ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ باب المعجزات)

خلاصہ یہ ہے کہ نماز میں اور نماز کے علاوہ بھی نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے سلام پیش کرنا صحابہ کی سنت، ایمان کی روح اور محبت کی اساس ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ''یہ خطاب اس لیے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ موجودات کے ذرے ذرے میں اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کیے

ہوئے ہے۔ پس نورِ کبریا ﷺ ہر نمازی کی ذات میں جلوہ گر ہیں۔ نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے تاکہ حضور ﷺ کے قرب کے اسرار اور آپ کی معرفت کے انوار سے فیضیاب ہو‘‘۔ (اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ)

درود میں ﴿اَللّٰھُمَّ﴾ کیوں ؟

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمیں حکم دیا گیا کہ تم نبی ﷺ پر درود اور خوب سلام بھیجو، مگر ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں، ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ﴾ اے اللہ! تو درود بھیج سیدنا محمد ﷺ پر۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آقا کریم ﷺ کی پاک ذات میں کوئی عیب نہیں اور ہم سراپا عیوب ونقائص ہیں۔ پس جس شخص میں بہت سارے عیب ہوں، وہ ایسی ہستی کی کیا ثناء کرے جو پاک ہے۔ اس لیے ہم اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کرتے ہیں کہ وہی رسولِ معظم ﷺ پر درود بھیجے تاکہ پاک رب کی طرف سے پاک نبی پر درود ہوں۔

استاذی ومرشدی علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم القدسیہ فرماتے ہیں، ’’چونکہ ہم نہیں جانتے آقا ومولیٰ ﷺ کا مقام ومرتبہ کیا ہے اس لیے ہم عرض کرتے ہیں اے اللہ! اپنے حبیب ﷺ کے مقام ومرتبہ کو تُو ہی جاننے والا ہے اور تو ہی ان کے مرتبے کے مطابق ان پر درود بھیج سکتا ہے اس لیے تو ان پر درود بھیج‘‘۔

شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، حضور ﷺ پر درود بھیجنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم آپ کے لیے سفارش کریں کیونکہ ہم جیسا گناہگار آپ جیسی عظیم مقدس ہستی کی سفارش نہیں کیا کرتا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جس نے ہم پر احسان کیا ہے، ہم اسے بدلہ دینے کی کوشش کریں۔ اور اگر بدلہ نہ دے سکیں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ وہ ہماری طرف سے سیدِ عالم ﷺ کو بدلہ عطا فرما چونکہ ہم ایسا کرنے سے عاجز ہیں۔ تاکہ آپ پر نازل ہونے والی خاص رحمتیں ان احسانات کا بدلہ بن جائیں جو

آپ نے ہم پر فرمائے ہیں۔ (مصباح الظلام: ۲۷۱)

ابن قیم نے لکھا ہے، درود وسلام پڑھنے کا جو حکم ہمیں دیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اسی صلوٰۃ کو طلب کریں جو صلوٰۃ وہ ان پر بھیجتا ہے۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ وہ حضور کی حمد وثناء کرے، آپ کی فضیلت وعظمت کو ظاہر کرے، آپ کی تعظیم وتکریم کرے اور آپ کو اپنا مقرب بنائے۔ (جلاء الافہام، ملخصاً)

احادیث میں فضائلِ درود:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی)

سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے، جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ باب ایضاً)

آقا ومولیٰ نورِ مجسم ﷺ کا ارشاد ہے، جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجات بلند فرماتا ہے۔ (نسائی، مشکوٰۃ باب ایضاً)

جانِ کائنات سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا، وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی، احمد، مشکوٰۃ باب ایضاً)

رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، مجھ پر درود بھیجا کرو، تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔ (نسائی، مشکوٰۃ باب ایضاً)

آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا، اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا، اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس میں مغفرت حاصل نہ کی، اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت سے جنت میں جانے کا

مستحق نہ بن سکا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی)

ایک دن نبی کریم ﷺ صحابہ کے پاس تشریف لائے اور آپ کا چہرۂ انور خوشی سے بہت زیادہ چمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، ابھی جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب ﷺ! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو گے کہ جب تمہارا کوئی امتی مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا تو میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو ایک بار سلام پڑھے گا تو میں اس پر دس بار سلامتی بھیجوں گا۔ (نسائی، مشکوٰۃ: ایضاً)

ایک شخص نے نماز پڑھی اور دعا مانگی، اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ آقا کریم ﷺ نے اس سے فرمایا، تو نے مانگنے میں جلدی کی۔ طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق حمد وثناء کر، پھر مجھ پر درود پڑھ، اور پھر اللہ تعالیٰ سے جو چاہے مانگ۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔

اس نے نماز کے بعد دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود کا ہدیہ پیش کیا۔ اس پر آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا، اے نمازی! اب اپنے لیے دعا کر، قبول ہو گی۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ باب ایضاً)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آقا ومولیٰ ﷺ کے پاس نماز پڑھ رہا تھا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ و سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ میں نے نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر بارگاہِ نبوی میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، اب مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ یہ جملہ دوبار فرمایا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ تم اپنے نبی پر درود شریف نہ پڑھ لو۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب ایضاً)

ذہن نشین رکھیے کہ رسولِ معظم ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر کی ایک صورت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ کا ذکر کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے

رہیں گے۔ ﴿یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِ﴾ کا یہی مفہوم ہے۔ پس ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور درود وسلام کی کثرت کا اس نے مومنوں کو حکم بھی دیا ہے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں۔ آپ فرمائیں میں درود پڑھنے کے لیے کتنا وقت مقرر کر لوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، تم جتنا چاہو۔ عرض کی، چوتھائی وقت؟ ارشاد فرمایا، جتنا چاہو، اگر اس میں زیادہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پھر عرض کی، آدھا وقت؟ ارشاد فرمایا، تم جس قدر زیادہ پڑھ سکو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس پر حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں عبادت کے تمام وقت میں صرف آپ پر درود شریف پڑھوں گا۔

آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا، ﴿اِذًا تُکْفٰی ھَمُّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ﴾ یہ تمہارے غموں کو دور کر دے گا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

جانِ کائنات، نورِ مجسم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے،

مجھ پر درود پڑھنے والے کو پلِ صراط پر ایک عظیم نور عطا ہو گا، اور جس کو پلِ صراط پر نور عطا ہو گا، وہ جہنم والوں میں سے نہ ہو گا۔ (دلائل الخیرات: ۴۲)

سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، بیشک تم میں سے قیامت کی پریشانیوں اور اس کی دشوار گزار گھاٹیوں سے جلد از جلد نجات وہ پائے گا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے۔ (القول البدیع: ۱۲۱)

آقائے دوجہاں ﷺ کا ایک اور فرمانِ ذی شان ہے، قیامت کے دن میرے حوضِ کوثر پر کچھ گروہ آئیں گے جنہیں میں اُن کے کثرت سے درود پڑھنے کی وجہ سے پہچانتا ہوں گا۔ (کتاب الشفاء، القول البدیع: ۱۲۳)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ آبِ کوثر صحیح العقیدہ مسلمان ہی کو نصیب ہو گا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، ''جو صحابہ کے بارے میں میرا تحفظ کرے گا وہ حوضِ کوثر پر آئے گا اور

جس نے صحابہ کے بارے میں میرا تحفظ نہیں کیا وہ حوضِ کوثر پر نہیں آ سکے گا اور نہ ہی اسے میرا دیدار نصیب ہوگا''۔(دارقطنی ،الصواعق المحرقہ:۱۳۰)

عبرت انگیز حکایات:

کون نہیں چاہتا کہ قیامت کے ہولناک دن جبکہ سورج سر کے قریب ہوگا اور زمین آگ اُگل رہی ہوگی، انسان اپنے اعمال کے مطابق اُبلتے ہوئے پسینے میں ڈوبا ہوگا، پیاس اپنی شدت پر ہوگی، ایسے میں اُسے ساقیٔ کوثر کے دستِ انور سے کوثر کا جام نصیب ہو۔ہاں ! اُس دن ایسے بدنصیب بھی ہونگے جو کلمہ پڑھنے کے باوجود بعض صحابہ کرام سے بغض رکھنے کی وجہ سے جامِ کوثر سے محروم رہیں گے۔

شیخ ابوعبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب میں حج کو آیا تو مجھے ایک ایسا شخص ملا جس کے متعلق مشہور تھا کہ اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا، میرا تعلق شیعہ قبیلے سے تھا، مجھے نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے عقیدت نہیں تھی۔ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور لوگ نہایت مصیبت و پریشانی اور پیاس کی شدت میں مبتلا ہیں۔

مجھے بھی شدید پیاس لگی تھی۔ میں چلتا ہوا حوضِ کوثر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ اس کے چاروں کونوں پر خلفائے راشدین بیٹھے ہیں اور لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ مجھے دوسروں سے کیا غرض، میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اس لیے میں انہی سے پانی پیوں گا۔ جب میں مولا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی میری طرف سے اپنا چہرۂ انور پھیر لیا۔

پھر میں مجبوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب آیا تو انہوں نے بھی اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے بھی اپنا رُخِ انور مجھ سے پھیر لیا۔ پھر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں

نے بھی ایسا ہی کیا۔ جب میں ان سب سے مایوس ہوگیا تو اس پریشانی کے عالم میں مجھے رحمتِ عالم ﷺ نظر آ گئے جو اپنی امت کو حوضِ کوثر کی طرف بھیج رہے تھے۔

میں نے خدمتِ اقدس میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں سخت پیاس میں مبتلا ہوں۔ میں مولا علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تھا مگر انہوں نے مجھ سے اپنا چہرہ پھیر لیا۔اس پر آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا،

''وہ تجھے کیوں پانی پلاتے جبکہ تیرے دل میں میرے صحابہ کا بغض موجود ہے''۔

میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! اگر میں توبہ کرلوں تو کیا آپ راضی ہوجائیں گے؟

حضور ﷺ نے فرمایا، ہاں! اگر تو توبہ کرلے اور سچے دل سے مسلمان ہوجائے تو میں تجھے حوضِ کوثر سے پانی پلاؤں گا جس کے بعد تو کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ یہ سن کر میں نے سچی توبہ کی اور نبی کریم ﷺ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا۔ پھر آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھے اپنے مبارک ہاتھوں سے جامِ کوثر عطا فرمایا، جسے پی کر میں سیراب ہوگیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔بس اس کے بعد سے مجھے کبھی پیاس نہیں لگی۔اب میں اپنی مرضی سے پانی پیتا ہوں مگر مجھے پیاس نہیں لگتی۔(شواہد الحق:۵۲۱،ملخصاً)

ابوعلی قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں کا دوست تھا جو صحابہ کرام کی شان میں بدگوئی کرتے تھے۔ میں نے خواب میں جانِ کائنات ﷺ کو دیکھا تو سلام عرض کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے عرض کی، میں تو آپ پر اس قدر درود پڑھتا ہوں۔آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تو مجھ پر درود پڑھتا ہے اور میرے صحابہ کی شان میں گستاخی بھی کرتا ہے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخوں کے ساتھ دوستی رکھنا بھی گویا صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے کے مترادف ہے)، میں نے اسی وقت توبہ کی۔تو حضور ﷺ نے فرمایا، وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔(سعادۃ الدارین:۱۴۹)

اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام اور اہلبیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کا ادب نصیب فرمائے، آمین۔

حضور ﷺ درود سنتے ہیں:

آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، اللہ تعالیٰ کے کئی فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں تاکہ وہ میرے امتیوں کے سلام مجھے پہنچائیں۔ (نسائی، مشکوٰۃ)

اس حدیث پاک کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم ﷺ خود ہمارے درود وسلام نہیں سنتے۔ آپ خود بھی سنتے ہیں اور درود بھیجنے والوں کی عزت افزائی کے لیے فرشتے بھی ہمارے درود وسلام پہنچاتے ہیں۔ درود شریف کی مشہور کتاب دلائل الخیرات کے خطبہ میں یہ حدیث پاک موجود ہے، ''اہل محبت کا درود میں خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا بھی ہوں جبکہ دوسرے لوگوں کا درود مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے''۔

جانِ ایمان، نورِ مجسم ﷺ کا یہ ایمان افروز ارشاد ملاحظہ فرمائیے،

﴿مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ﴾

''جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے (یعنی میری توجہ سلام بھیجنے والے کی طرف ہو جاتی ہے) اور میں اُسے اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔ (مسند احمد، ابوداؤد، بیہقی، مشکوٰۃ باب ایضاً)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا،

''جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ وہ یوم مشہود ہے۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ ﴿لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ. قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ، قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِيْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ﴾

''کوئی بندہ جہاں بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے''۔

ہم نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟

فرمایا ''ہاں میرے وصال کے بعد بھی کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر

دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے''۔

اس حدیث کو امام منذری نے الترغیب میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اسے امام ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ روایت کیا۔ (معجم کبیر طبرانی، جلاء الافہام: ۶۳ مطبوعہ مدینہ منورہ)

سابقہ تبلیغی نصاب میں شامل فضائل درود شریف کے صفحہ ۲۹ پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا،

''اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرمائی ہے۔ پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا رہے گا کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ (طبرانی فی الکبیر، ابن حبان، القول البدیع)

مقامِ غور ہے کہ بارگاہِ نبوی کے اس خادم فرشتے کو حاضر و ناظر ماننے اور اس کے تمام مخلوق کی آوازیں سننے پر قدرت رکھنے کو کوئی شرک نہیں کہتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ شیطان مردود کی طاقت وقدرت پر بھی سب متفق ہیں کہ وہ سب لوگوں کو دیکھتا ہے، ہمارے دلوں میں نیکی کے خیال کو جان لیتا ہے اور ایک ہی وقت میں سب کے ذہنوں میں برائی کا خیال پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے،

﴿اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ (الاعراف: ۲۷)

''بیشک وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے''۔

کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ شیطان کو ''حاضر و ناظر'' ماننے سے توحید کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو، اس کا علم، طاقت اور قدرت ماننا شرک نہ ہو لیکن آقا و مولیٰ ﷺ کی سماعت و بصارت اور طاقت وقدرت کا ذکر ہو تو شرک یاد آ جائے!!

بقول استاذی و مرشدی حضرت شاہ صاحب، ''جب ایک فرشتے میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ساری مخلوق کی آوازیں سنتا ہے اور ان کے نام مع ولدیت جانتا ہے تو حبیبِ

کبریا احمدِ مختار ﷺ کا کتنا اعلیٰ مقام ہوگا!''۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

درود کتنا پڑھا جائے:

امام شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد الزواوی مصری رحمہ اللہ روزانہ چالیس ہزار بار درودشریف پڑھا کرتے تھے۔ایک بار انہوں نے مجھ سے فرمایا،

ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درودشریف پڑھتے ہیں یہاں تک کہ بیداری میں آپ ﷺ ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں، ہم آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی مانند حاضر رہتے ہیں اور آپ سے اپنے دین کے متعلق پوچھتے ہیں اور ان احادیث کے متعلق جنہیں حفاظِ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے، حضور ﷺ سے پوچھ کر انکے ارشاد کے مطابق عمل کرتے ہیں۔جب تک ہماری یہ کیفیت نہ ہو ہم اپنے آپ کو بکثرت درودشریف پڑھنے والوں میں نہیں سمجھتے۔

برادرانِ اسلام! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بارگاہِ الٰہی میں پہنچنے کا قریب ترین راستہ نبی کریم ﷺ پر درودوسلام پڑھنا ہے۔(طبقات الکبریٰ:۵۵۱)

امام شعرانی رحمہ اللہ (م۹۷۳ھ) فرماتے ہیں، میرے شیخ علی نورالدین شونی رحمہ اللہ (م۹۴۴ھ) نے مصر، بیت المقدس، شام، یمن، مکہ اور مدینہ منورہ میں آقا کریم ﷺ پر درود پاک پڑھنے کی مجلسیں قائم کیں۔وہ ان لوگوں میں سے تھے جو بیداری میں آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے جس طرح شیخ سیدی علی خواص، شیخ ابراہیم متبولی اور امام جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ بیداری میں حضورِ انور ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے۔(افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات:۱۰۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ جانے لگا تو میرے شیخ عبدالوہاب متقی القادری رحمہ اللہ نے فرمایا، فرائض کے بعد نبی کریم ﷺ پر درودوسلام بھیجنے سے بلند تر کوئی عبادت نہیں ہے۔اس کی کوئی تعداد مقرر

نہیں، جتنا ہو سکے پڑھو، تمہاری زبان اسی میں تر رہے اور تم اسی کے رنگ میں رنگے جاؤ۔وہ فرماتے تھے کہ روزانہ آقا کریم ﷺ پر کم ازکم ہزار مرتبہ درودشریف ضرور پڑھنا چاہیے۔اگر اتنا نہ ہو سکے تو 500 بار تو لازمی ہو۔(مدارج النبوۃ ج۱:۵۷۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، درودشریف پڑھنے سے ایمان کی لذت وحلاوت نصیب ہوتی ہے جو کہ روحانی قوت اور ''حبیب کا ذکر دل کے مریض کے لیے طبیب ہے'' کا مصداق ہے۔درودشریف کی کثرت پر مولا علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کافی ہے، ''اگر میں ذکرِ خدا میں وہ کچھ نہ پاتا جو اس میں ہے تو میں ضرور درودشریف کو اپنی ساری عبادت بنالیتا''۔(جذب القلوب:۲۶۹)

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ کامل مرشد نہ ملنے کی صورت میں شریعت پر عمل کو لازم جاننا اور درودشریف کثرت سے بھیجنا کافی ہے۔کثرتِ درود سے باطن میں نور پیدا ہوتا ہے اور بارگاہِ رسالت سے فیض نصیب ہوتا ہے۔کم سے کم درود پڑھنے کی فضیلت پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں، ''جو مجھ پر دن بھر میں پچاس بار درود پڑھے گا، میں قیامت کے دن اُس سے مصافحہ کروں گا''۔(القول البدیع:۱۳۶)

کثرتِ درود کی برکتیں:

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کثرت سے درودوسلام پڑھنا صحیح العقیدہ اہلسنت ہونے کی علامت ہے۔(القول البدیع) محدثین کرام نے احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں درودوسلام کی بیشمار برکتیں تحریر کی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

☆ جو ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

☆ جو ایک بار سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار سلامتی نازل فرماتا ہے۔

☆ جو ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار درود بھیجتا ہے۔

☆ جو ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

☆ جوایک باردرود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے دس گناہ معاف فرماتا ہے۔

☆ درود کی کثرت کرنے والا قیامت میں حضور ﷺ کے زیادہ قریب ہوگا۔

☆ درود پڑھنے والے کے لیے حضور ﷺ کی شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔

☆ درود پڑھنے والے کے لیے فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

☆ درود پڑھنے والے کی پیشانی لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ نفاق سے بَری ہے۔

☆ درود پڑھنے والے کی پیشانی لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ جہنم سے آزاد ہے۔

☆ درود پڑھنے والا موت سے پہلے جنت میں اپنا مکان دیکھ لیتا ہے۔

☆ درود شریف پڑھنے والے کی روح آسانی سے نکلتی ہے۔

☆ اہلِ درود کو پلِ صراط پر نور عطا ہوگا، وہ پلِ صراط آسانی سے عبور کریں گے۔

☆ درود پاک پڑھنے والے قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رہیں گے۔

☆ اہلِ درود کو قیامت میں عرشِ الٰہی کا سایہ اور کوثر کا جام نصیب ہوگا۔

☆ درود پڑھنے والا حضور ﷺ کے ساتھ شانہ بشانہ جنت میں داخل ہوگا۔

☆ درود شریف سے سختیاں دور ہوتی ہیں اور بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔

☆ درود شریف سے اللہ کی رضا اور قلب و مال کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

☆ درود پڑھنے والے کو، اس کی اولاد کو اور اولاد کی اولاد کو برکتیں ملتی ہیں۔

☆ درود پڑھنے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور تنگدستی دور ہوتی ہے۔

☆ درود شریف کی کثرت غموں کو دور کرتی ہے اور گناہوں کو مٹاتی ہے۔

☆ درود پاک کی کثرت سے خواب میں حضور ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔

☆ درود وسلام کی کثرت اللہ کا قرب اور حضور ﷺ کی محبت عطا کرتی ہے۔

☆ درود وسلام کا عظیم فائدہ یہ ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ ہمارے سلام کا جواب خود ارشاد فرماتے ہیں اور ایک غلام کے لیے اس سے بڑھ کر سعادت اور کون سی ہوسکتی ہے

کہ رحمتِ عالم ﷺ کی دعائے خیر اُس کے شاملِ حال ہو۔

یہ سب تمھارا کرم ھے آقا:

1۔ امام سخاوی اور دیگر محدثین سے روایت ہے کہ محمد بن سعید بن مطرف رحمہم اللہ روزانہ رات کو سونے سے پہلے ایک مخصوص مقدار میں درود شریف پڑھ کر سویا کرتے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آقا و مولیٰ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے ہیں اور سارا گھر نور سے روشن ہوگیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا،

''اے میرے امتی! جس منہ سے تو مجھ پر درود پڑھا کرتا ہے، اسے میرے قریب کرتا کہ میں اسے بوسہ دوں''۔ میں نے شرم محسوس کی کہ میں اپنا منہ آقا کریم ﷺ کے قریب کروں تو میں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ نورِ مجسم ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا۔ میں بیدار ہوا تو میرا سارا گھر کستوری کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور آٹھ دن تک میرا گھر خوشبو سے معطر رہا۔ (القول البدیع: ۱۲۵، جذب القلوب: ۲۷۰)

2۔ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میرا ایک پڑوسی فوت ہوگیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا، تم پر کیا گزری؟ اس نے کہا، میں نے بہت پریشانی دیکھی۔ جب نکیرین نے سوال پوچھے تو میری زبان بند ہوگئی۔ میں سوچنے لگا، الٰہی! یہ مصیبت کہاں سے آگئی، کیا میں اسلام پر فوت نہیں ہوا۔ مجھے آواز آئی، یہ تیری زبان کی بے احتیاطی کی سزا ہے۔ جب فرشتوں نے عذاب کا ارادہ کیا تو اچانک ایک حسین شخص درمیان میں حائل ہوگیا اور مجھے سوالوں کے جواب یاد دلا دیے۔

میں نے پوچھا، اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کون ہیں؟ وہ کہنے لگا، تم جو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے رہے ہو، میں اس کی وجہ سے پیدا کیا گیا ہوں اور مجھے حکم ہے کہ میں ہر مصیبت میں تمہاری مدد کروں۔ (القول البدیع: ۲۶۰، جذب القلوب: ۲۷۱)

3۔ خلاد بن کثیر رحمہ اللہ کے انتقال کے وقت ان کے سرہانے ایک کاغذ پایا گیا جس

پر لکھا تھا، ''خلاد جہنم سے آزاد ہے''۔اُن کے گھر والوں سے ان کا خاص عمل پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہر جمعہ کو ہزار بار درود پڑھا کرتے تھے۔(جذب القلوب:۲۷۸)

4۔حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا، میں طواف کر رہا تھا، میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر قدم پر درود پڑھ رہا ہے۔میں نے کثرتِ درود کا سبب پوچھا تو اس نے کہا، جب میں پہلے حج کے لیے آیا تو میرے والد بھی ساتھ تھے۔راستے میں وہ بیمار ہو گئے اور پھر فوت ہو گئے اوران کا منہ کالا ہو گیا۔

میں یہ دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا، اور میں نے کپڑے سے ان کا منہ ڈھک دیا۔اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔میں نے خواب میں ایک نہایت حسین ہستی کو دیکھا جو نہایت صاف لباس پہنے تیزی سے آرہے تھے اوران کے وجود سے نہایت عمدہ خوشبو آرہی تھی۔انہوں نے میرے والد کے منہ سے کپڑا ہٹایا اوران کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو چہرہ سفید و چمکدار ہو گیا۔وہ واپس جانے لگے تو میں نے انکا دامن پکڑ لیا اور عرض کی، اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کون ہیں کہ جنہوں نے مجھ پر رحمت فرمائی ہے؟

انہوں نے فرمایا، تو مجھے نہیں پہچانتا، میں صاحبِ قرآن، محمد بن عبداللہ ﷺ ہوں۔ تیرا باپ بہت گناہگار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا تھا۔جب اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو میں اس کی فریاد کو پہنچا۔اور میں ہر اُس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔(سعادۃ الدارین، فضائلِ درود:۱۷۹)

5۔نزہۃ المجالس میں اسی قسم کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص اور اس کا بیٹا سفر کر رہے تھے کہ راستے میں باپ کا انتقال ہو گیا اور اس کا سر سؤر جیسا ہو گیا۔وہ بیٹا بہت رویا اور دعا مانگی۔اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے، تیرا باپ سود کھایا کرتا تھا اس لیے اس کی صورت بدل گئی لیکن رسول کریم ﷺ نے اس کی سفارش کی ہے کیونکہ جب یہ حضور ﷺ کا نام سنتا تھا تو درود بھیجا کرتا تھا۔پس

حضور ﷺ کی سفارش سے اسے اس کی اصل صورت پر لوٹا دیا گیا۔(ایضاً:۱۷۸)

6۔ایک صالح بزرگ کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ بہت گناہگار تھا۔میں اسے توبہ کی نصیحت کرتا تو وہ نہ مانتا۔جب اس کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے۔میں نے پوچھا یہ مرتبہ کیسے ملا؟ وہ بولا، میں ایک محدث کی مجلس میں گیا تو اس نے کہا، جو نبی کریم ﷺ پر بلند آواز سے درود پڑھے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔اس پر میں نے بلند آواز سے درود پڑھا، اور لوگ بھی بلند آواز سے پڑھنے لگے۔اس پر ہم سب کی مغفرت ہو گئی۔(ایضاً:۱۵۷)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ پر بلند آواز میں درود وسلام پڑھنا مستحب ہے۔آواز ضرورت سے زائد بلند نہ ہو۔(کتاب الاذکار:۲۲۶)

7۔ایک شخص نزع کی حالت میں تھا۔کسی نے اس سے پوچھا، موت کی سختی کو تم کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا، مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی، کیونکہ میں نے علماء سے سنا تھا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے موت کی سختی سے محفوظ فرمائے گا۔(نزہۃ المجالس ج۲:۲۷۰)

8۔شیخ سید محمد بن سلیمان جزولی رحمہ اللہ کو ایک جگہ وضو کی ضرورت ہوئی۔وہاں ایک کنواں تھا مگر پانی نکالنے کا کوئی سامان نہیں تھا۔آپ اسی فکر میں تھے کہ ایک بچی نے آپ سے پریشانی کا سبب پوچھا۔آپ نے فرمایا کہ وضو کے لیے پانی چاہیے، اور کنوئیں سے پانی کیسے نکالا جائے؟ اس بچی نے کنوئیں میں تھوک دیا جس سے پانی اوپر آکر کناروں سے بہنے لگا۔آپ نے وضو کیا اور بچی سے پوچھا، میں تجھے قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تو نے یہ کمال کیسے حاصل کیا؟

اُس نے کہا، اُس ذات اقدس پر کثرت سے درود بھیجنے کی وجہ سے جو جنگل میں چلتے تو وحشی جانوران کے دامن میں پناہ لیتے۔یہ سن کر آپ نے قسم کھائی کہ میں

درود وسلام کے متعلق کتاب لکھوں گا۔ چنانچہ آپ نے دلائل الخیرات لکھی۔

9۔ دلائل الخیرات کے مؤلف سید محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ''آپ کے وصال کے ۷۷ سال بعد آپ کی قبر کو کھولا گیا تو جسم اقدس کو بالکل صحیح حالت میں پایا گیا۔ وصال سے قبل آپ نے حجامت بنوئی تھی اس کا اثر بدستور موجود تھا۔ ایک شخص نے آپ کے چہرے پر انگلی رکھی تو اس جگہ سے خون ہٹ گیا اور جب انگلی ہٹائی تو خون اپنی جگہ لوٹ آیا جیسا کہ زندوں میں ہوتا ہے۔

آپ کا مزار مراکش میں ہے۔ زائرین وہاں بکثرت دلائل الخیرات پڑھتے ہیں، بکثرت درود پڑھنے کی برکت سے آپ کی قبر سے کستوری کی خوشبو آتی ہے''۔

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص۴)

10۔ قصیدہ بردہ شریف کے مصنف علامہ بوصیری رحمہ اللہ کو خواب میں نبی کریم ﷺ کا چادر عطا فرمانا بہت مشہور ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ شرف الدین بوصیری کو فالج ہو گیا۔ اسی حال میں آپ نے بارگاہِ نبوی میں ایمان افروز قصیدہ تحریر کیا۔ رات کو سوئے تو قسمت بیدار ہوئی۔ خواب میں دیکھا کہ آقا و مولیٰ ﷺ کی محفل سجی ہے اور حضور ﷺ ان سے فرماتے ہیں، بوصیری! تم وہ قصیدہ سناؤ۔ یہ قصیدہ سناتے ہیں تو رحمتِ عالم ﷺ خوش ہو کر انہیں اپنی چادر عطا فرماتے ہیں اور ان کے فالج زدہ جسم پر دستِ شفا پھیر دیتے ہیں۔ جب آپ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ جسم بالکل ٹھیک ہو چکا اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی عطا کردہ چادر بھی موجود ہے۔

آپ نماز فجر کے لیے مسجد گئے تو راستے میں اس وقت کے ایک مشہور ولی ملے اور کہنے لگے، تم وہ قصیدہ تو سناؤ۔ یہ بولے، کون سا قصیدہ؟ انہوں نے فرمایا، وہی جو تم نے رات کو حضور ﷺ کو سنایا تو آقا ﷺ ایسے جھوم رہے تھے جیسے میوے سے لدی شاخ جھومتی ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا — عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ — وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ — لِکُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٖ

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ — سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعِمَمٖ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا — وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمٖ

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعَنْ عُمَرَ — وَعَنْ عَلِیٍّ وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِی الْکَرَمٖ

فضیلت والے درود:

شیخ ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، تمام عبادتوں کے قبول ہونے یا ٹھکرا دیے جانے کا احتمال ہے لیکن درود شریف ہمیشہ قبول ہی ہوتا ہے۔ نماز کے علاوہ ایسا درود پڑھنا چاہیے جس میں صلوٰۃ اور سلام دونوں ہوں۔ صحابہ کرام، تابعین اور محدثین اکثر آقا و مولیٰ ﷺ کے نام کے ساتھ ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾ کہا کرتے۔ درود شریف ہمیشہ پورا لکھنا چاہیے، اس کی جگہ ص یا صلعم لکھنا حرام ہے۔ اب ہم فضیلت والے چند درود شریف تحریر کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا کرے، آمین۔

درود برائے شفاعتِ مصطفی ﷺ:

☆ رسولِ معظم ﷺ کا ارشاد ہے، جو شخص اس طرح درود پڑھے، اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ (طبرانی کبیر، القول البدیع، سعادۃ الدارین)

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ (افضل الصلوۃ علیٰ سید السادات: ۲۳۴)

درود برائے بیحد اجر و ثواب:

☆ آقا و مولیٰ ﷺ کا فرمان ہے، جو شخص یہ کلمات کہے،

﴿جَزَی اللّٰهُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا ﷺ مَا هُوَ اَهْلُهٗ﴾ (القول البدیع)

''اللہ جزا دے ہمارے آقا محمد ﷺ کو ہماری طرف سے جس جزا کے وہ مستحق ہیں''۔ تو ستر فرشتے ایک ہزار دن تک اس کا ثواب لکھتے رہیں گے۔(افضل الصلوٰۃ:۲۴۱)

درود برائے دیدارِ مصطفیٰ ﷺ:

☆ امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جو یہ چاہتا ہو کہ وہ خواب میں آقا کریم ﷺ کی زیارت کرے، وہ یہ درود شریف طاق تعداد میں پڑھا کرے:

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی﴾(القول البدیع، جذب القلوب)

☆ آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت کے لیے یہ درود شریف بھی بکثرت پڑھنا چاہیے۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی جَسَدِہٖ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَبْرِہٖ فِی الْقُبُوْرِ﴾

امام شعرانی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، یہ درود پڑھنے والا میری زیارت سے مشرف ہوگا، میری شفاعت پائے گا، حوضِ کوثر سے سیراب ہوگا، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کردے گا۔(جذب القلوب:۲۹۰، افضل الصلوٰۃ:۲۳۴)

امام یوسف نبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے اس درود کا وظیفہ کیا تو مجھے خواب میں آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔(افضل الصلوٰۃ:۲۳۵)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جو شخص شبِ جمعہ میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار سورۃ الاخلاص پڑھے۔ پھر سلام کے بعد سو بار یہ درود شریف پڑھے، اِنْ شَاءَ اللہ، تین جمعے گزرنے سے پہلے زیارت نصیب ہوگی۔(جذب القلوب:۲۸۲)

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ﴾

امام یوسف نبہانی رحمہ اللہ کئی اولیاء کرام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اسی درود شریف کے ذریعے وہ مقامِ ولایت تک پہنچے۔(سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علیٰ سید الکونین)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے افضل دُرودوں میں ایک یہ بھی تحریر کیا ہے اور کئی اولیاء اللہ کو اس درود کی برکت سے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی تھی۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ اَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی وَبِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ﴾(جذب القلوب:۲۹۳)

دیدارِ مصطفیٰ ﷺ بوقتِ وفات:

امام سیوطی اور علامہ سید احمد دحلان مکی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جو اس درود شریف کو پڑھا کرے گا، اسے موت کے وقت آقا و مولیٰ ﷺ کا دیدار نصیب ہوگا۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْحَبِیْبِ الْعَالِی الْقَدْرِ الْعَظِیْمِ الْجَاہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ﴾(افضل الصلوٰۃ:۳۸۴)

اَسّی سال کے گناہ معاف:

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جو جمعہ کے دن بعد عصر اَسّی بار یہ درود پڑھے، اُس کے 80 سال کے گناہ بخشے جائیں گے۔(القول البدیع، جذب القلوب:۲۷۸)

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا﴾

امام شافعیؒ کا درود:

امام اسماعیل مزنی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہما اللہ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا، اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے فرمایا، مجھے بخش دیا اور جنت عطا فرمائی، اُس درود کی وجہ سے جسے میں نے اپنی کتاب ''الرسالہ'' میں لکھا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ کسی اور نے

حضور ﷺ پر درود نہیں پڑھا تھا۔ وہ درود شریف یہ ہے،

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ﴾ (القول البدیع، جذب القلوب)

مشکلات کے حل کا درود:

شیخ صالح موسیٰ ضریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بحری جہاز میں سوار تھا۔ سمندر میں طوفان کی وجہ سے وہ جہاز ڈوبنے لگا۔ اُس وقت مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور مجھے نبی کریم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا۔ آقا ومولیٰ ﷺ نے مجھے یہ درود سکھایا اور ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اسے ہزار بار پڑھیں۔ ابھی ہم نے تین سو بار ہی پڑھا تھا کہ جہاز نے طوفان سے نجات پائی۔ وہ درود شریف یہ ہے،

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ﴾

علماء فرماتے ہیں، آخر میں یہ بھی کہہ لیں۔ ﴿اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ کسی بھی مشکل اور مصیبت کے وقت اسے ۳۱۳ بار پڑھنا آسانی اور نجات دیتا ہے۔

بارگاہِ نبوی میں فریاد کا درود:

شیخ علی بن مصطفیٰ عسقلانی فرماتے ہیں، ہم حج کے لیے سمندری سفر میں تھے۔ راستے میں شدید طوفان آ گیا۔ ہم نے خوف کی وجہ سے اپنا سامان سمندر میں پھینک دیا اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ پھر ہم نے بارگاہِ رسالت میں ان کلمات سے فریاد شروع کی، ﴿یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمْ. یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمْ﴾

ہمارے ساتھ ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے فرمایا، ''اے حاجیو! پُرسکون ہو جاؤ، تم خیریت سے ساحل پر پہنچ جاؤ گے۔ میں نے ابھی آقا کریم ﷺ کا خواب میں دیدار کیا ہے۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آپ پر اللہ تعالیٰ درود اور سلام بھیجے۔ آپ کی امت آپ سے مدد مانگ رہی ہے۔ آقا ومولیٰ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے ابوبکر! انہیں خیریت سے کنارے تک پہنچادو۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سمندر میں اتر چکے ہیں اور وہ جہاز کو اگلے حصے سے پکڑ کر کھینچ رہے ہیں۔ یہانتک کہ انہوں نے جہاز کو خشکی پر پہنچا دیا''۔

پھر ان بزرگ نے فرمایا، اے لوگو! تمہیں نجات اس وجہ سے ملی ہے کہ تم نے بارگاہِ رسالت میں استغاثہ کیا تھا۔ اب تمہارا سارا سفر سلامتی سے گزرے گا۔ ہمارا یہ سارا سفر واقعی فیوض و برکات سے بھرپور رہا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج۲:۵۵۱)

پریشانی دور کرنے کا درود:

غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو جب کوئی صدمہ پیش آتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور دو رکعت نفل پڑھتے۔ نماز کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھتے اور کہتے، ﴿اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ﴾

پھر سرورِ کائنات ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر دل میں دو شعر پڑھتے جن کا مفہوم یہ ہے،

''کیا مجھے بھی کوئی آفت پہنچ سکتی ہے جبکہ آپ ﷺ کا تعلق میرے لیے ذخیرۂ آخرت ہے اور کیا میں بھی دنیا میں ظلم وستم کیا جاؤں گا جبکہ آپ میرے معین و مددگار ہیں۔ یہ امر تو گلہ بان کے لیے باعثِ عار ہے کہ اس کے گلہ میں ہوتے ہوئے اس جنگل میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے''۔

یہ اشعار پڑھ کر آپ درود شریف کی کثرت کرتے۔ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس صدمہ اور آفت کو دور فرما دیتا۔ (غوثِ اعظم: ۳۳ از احتشام الحسن کاندھلوی)

حضورﷺ کا پسند کردہ درود:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم آقا و مولیٰ ﷺ کے ہمراہ نکلے تو دیکھا کہ ایک دیہاتی اپنے اونٹ کی رسی پکڑے سامنے سے آ رہا ہے۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس نے یوں سلام کیا، ﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ﴾ حضور ﷺ نے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔

اسی دوران ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا، حضور! یہ دیہاتی میرا اونٹ چُرا کر لے جا رہا ہے۔ اس پر اونٹ نے اپنے منہ سے ایک آواز نکالی جسے سنتے ہی ارشاد فرمایا، تُو میرے سامنے سے دفع ہو جا، اونٹ خود گواہی دے رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے۔

جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے اس دیہاتی سے فرمایا، جس وقت تُو میری طرف آ رہا تھا، اُس وقت کیا پڑھ رہا تھا؟ اس نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اُس وقت میں یہ درود شریف پڑھ رہا تھا۔

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا تَبْقٰی مِنَ الصَّلٰوةِ شَیْئٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا تَبْقٰی مِنَ السَّلَامِ شَیْئٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا تَبْقٰی مِنَ الْبَرَکَةِ شَیْئٌ. اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا تَبْقٰی مِنَ الرَّحْمَةِ شَیْئٌ﴾

یہ سن کر آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ تیرے منہ سے نکلے ہوئے درود کے الفاظ وصول کرنے کے لیے آسمان سے اتنے فرشتے نازل ہوئے کہ مدینہ کے آسمان کا سارا اُفق فرشتوں سے بھر گیا۔ (افضل الصلوٰۃ: ۲۵۱)

شیخ الاسلام محمد انوار اللہ قادری رحمہ اللہ، امام طبرانی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ حدیث روایت کر کے استدلال کرتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کے وقت آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کو پڑھنے والے کے منہ سے درود شریف کے نکلے

ہوئے الفاظ تک نظر آتے ہیں۔ (مقامِ مصطفیٰ ﷺ: ۱۰۴)

اہلِ زمین کی مثل ثواب والا درود:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا۔ حضور ﷺ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا، اے ابوبکر! ہر روز تمام اہلِ زمین کی مثل اس کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ میں نے سبب دریافت کیا تو آقا کریم ﷺ نے فرمایا، یہ روز مجھ پر دس بار وہ درود پڑھتا ہے جس کی وجہ سے تمام مخلوق کے اعمال کی مثل ثواب پاتا ہے۔ وہ درود یہ ہے،

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰی مِنْ خَلْقِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ کَمَا یَنْبَغِیْ لَنَا اَنْ نُصَلِّیْ عَلَیْهِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیْ عَلَیْهِ﴾ (تفسیر مظہری)

لامحدود ثواب والا درود:

امام شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں یہ درود شریف آیا ہے۔ (افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات: ۲۳۵)

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَفِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ﴾

حضور ﷺ نے فرمایا، اگر تمام درخت قلم اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام فرشتے اس کا ثواب لکھنے لگیں تو قلم ٹوٹ جائیں اور سمندر ختم ہو جائیں تب بھی فرشتے اس کا ثواب لکھنے سے عاجز رہیں گے۔ (نزہۃ المجالس ج۲: ۲۶۵)

حضور ﷺ کی نگاہِ کرم والا درود:

شیخ ابوبکر بن محمد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ شیخ المشائخ حضرت شبلی رحمہم اللہ وہاں آئے۔ انہیں دیکھ کر ابوبکر بن مجاہد کھڑے ہو گئے اور ان سے

گلے ملے اوران کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ انکے جانے کے بعد میں نے عرض کی، میرے سردار! آپ نے شبلی کے ساتھ کیا سلوک کیا حالانکہ بغداد کے تمام علماء انہیں دیوانہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، میں نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو آقا و مولیٰ ﷺ کو کرتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنا یہ خواب بیان کیا۔

مجھے خواب میں آقا کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ کی بارگاہ میں حضرت شبلی حاضر ہوئے تو حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے دریافت کیا تو آقا کریم ﷺ نے فرمایا، یہ ہر نماز کے بعد ﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ﴾ سے آخر سورت تک پڑھتا ہے اور پھر مجھ پر درود پڑھتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب بھی فرض نماز پڑھتا ہے اس کے بعد یہ آیت ﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ......﴾ پڑھتا ہے اور اس کے بعد تین مرتبہ ﴿صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ﴾ پڑھتا ہے۔ ابوبکر بن مجاہد کہتے ہیں، اس خواب کے بعد جب حضرت شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ نماز کے بعد کون سا درود پڑھتے ہو تو انہوں نے یہی بتایا۔ (فضائل درود شریف: ۱۷۶، القول البدیع)

زیادہ بہتر ہے کہ قرآن مجید کے حکم کے مطابق حضور ﷺ کا نام لینے کی بجائے ہم یہ درود یوں پڑھیں۔ ﴿صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾

مشکل کشائی والے درود:

☆ مفتی دمشق علامہ حامد آفندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دمشق کے حکام نے مجھے گرفتار کرنا چاہا۔ وہ رات بڑی پریشانی میں گزاری۔ آنکھ لگی تو آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے یہ درود شریف سکھایا۔ اور فرمایا، اسے پڑھو، اللہ تعالیٰ سختی دور فرمائے گا۔ میں نے بیدار ہو کر اسے پڑھا تو میری مصیبت دور ہو گئی۔ دیگر کئی علماء نے بھی اس درود شریف کو مشکل کشائی کا درود قرار دیا ہے۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ قَدْ ضَاقَتْ حِیْلَتِیْ اَدْرِکْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾ (افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات: ۳۸۸)

☆ علامہ ابن عابدین شامی، ولی کامل شیخ عبدالقادر بغدادی صدیقی حنفی رحمہما اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں، آقا کریم ﷺ پر یہ درود ۳۰۰ بار پڑھنا چاہیے۔ اور مصیبت کے وقت اسے ہزار بار پڑھنے سے مصیبت دور ہو جاتی ہے، یہ آزمودہ عمل ہے۔

﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَلَّتْ حِیْلَتِیْ اَدْرِکْنِیْ﴾ (افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات: ۳۸۹)

درود برائے شفائے امراض:

☆ ایک صالح مرد کا پیشاب بند ہو گیا۔ اس نے خواب میں عالم و زاہد عارف باللہ شیخ شہاب الدین بن ارسلان رحمہ اللہ کی زیارت کی اور ان سے اپنی مشکل بیان کی۔ انہوں نے فرمایا، تو اس کی دوا سے غافل کیوں ہے؟ یہ درود پڑھ۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَلْبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (نزہۃ المجالس ج۲: ۷۰)

اُس نے بیدار ہو کر اِس درود کی کثرت کی، اللہ تعالیٰ نے اُسے شِفا عطا فرمائی۔

☆ یہ درودِ شِفا ہے، مریض خود ہر روز ۱۱ بار پڑھے یا کوئی پڑھ کر دَم کرے۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِھَا وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِھَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِیَائِھَا وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ﴾

درود برائے جنت و کوثر:

☆ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اس درود کو ایک ہزار بار پڑھے

گا، وہ جب تک جنت میں اپنا مقام نہیں دیکھ لے گا، ہرگز نہیں مرے گا۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ﴾ (جذب القلوب)

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جو شخص آقا و مولیٰ ﷺ کے حوضِ کوثر سے پیالے بھر بھر کر پینا چاہتا ہو، وہ اس دُرود کا وِرد رکھے۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلَادِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْھَارِہٖ وَاَنْصَارِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ وَمُحِبِّیْہِ وَاُمَّتِہٖ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ﴾ (القول البدیع، جذب القلوب:۲۸۹)

ہزار دن تک ثواب والا درود:

آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جو صبح و شام یہ درود پڑھتا ہے، ایک ہزار دن تک ۷۰ فرشتے اس کا ثواب لکھنے میں مشقت کرتے ہیں۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)

﴿اَللّٰھُمَّ یَارَبَّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْزِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا ﷺ مَا ھُوَ اَھْلُہٗ﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اسے افضل درودوں میں ذکر کیا جبکہ علامہ نبہانی نے اس درود کو حضرت غوثِ اعظم رحمہم اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (افضل الصلوٰۃ:۴۱۷)

درودِ غوثیہ، روحانیت کا درود:

حضور غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ درود شریف پڑھا کرتے۔ اسے پڑھنے سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور دل میں روحانیت پیدا ہوتی ہے۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ﴾

درودِ رضویہ، برکتوں والا درود:

یہ تین درودوں کا مجموعہ ہے۔ پہلا درود حدیث سے ماخوذ ہے، دوسرا درود تمام

صحابہ و تابعین و محدثین کا درود ہے اور تیسرا درود بارگاہِ نبوی کے زائرین کا درود ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن مدینہ منورہ کی جانب منہ کرکے اسے سو بار پڑھنے سے دین و دنیا کی بیشمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ قطبِ مدینہ علامہ ضیاءالدین مدنی اور دیگر مشائخ قادریہ رحمہم اللہ کا بھی یہی معمول تھا۔

﴿صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾

گھر اور رزق میں برکت:

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر غربت، فاقہ اور رزق کی تنگی کی شکایت کی۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو السلام علیکم کہو خواہ کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو۔ پھر مجھ پر سلام عرض کرو ﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ﴾ اور ایک بار سورۃ اخلاص پڑھو۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رزق بڑھا دیا حتیٰ کہ اس کے رزق سے اسکے پڑوسی اور رشتہ دار بھی فائدہ پانے لگے۔ (القول البدیع:۱۲۹، سعادۃ الدارین:۶۳)

بہتر ہے کہ مذکورہ سلام کے ساتھ درود یعنی ﴿اَلصَّلَاۃُ﴾ کا لفظ بھی کہہ لیا جائے۔

چھ لاکھ درود کا ثواب:

امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ درود پڑھنا چھ لاکھ درود پڑھنے کے برابر ہے۔

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ صَلٰوۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِ مُلْکِ اللّٰہِ﴾ (دلائل الخیرات، افضل الصلوٰۃ:۳۸۱)

اکثر علماء کے نزدیک سلام کے بغیر درود پڑھنا مکروہ ہے لہٰذا جن صیغوں میں سلام مذکور نہیں، وہاں درود کے بعد ﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ﴾ پڑھ لیا جائے۔

☆☆ (جذب القلوب اِلٰی دیارالمحبوب:۲۸۵) ☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لَکَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

بدعت کا لغوی معنیٰ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾

''تم فرماؤ! میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں''۔ (الاحقاف: ۹)

یعنی میں کوئی انوکھا یا پہلا رسول نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بھی رسول آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدعت وہ ہوتی ہے جس کی پہلے کوئی مثال موجود نہ ہو۔

﴿اَلْبِدْعَۃُ کُلُّ شَیْءٍ عُمِلَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ﴾ (مرقاۃ ج۱:۱۷۹)

بدعت کا لغوی معنی ہے، ''نئی چیز یا نیا کام یا نیا عقیدہ جس کی پہلے مثال نہ ہو''۔

آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ﴿فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ﴾

''بے شک بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضرت محمد ﷺ کی ہدایت ہے۔ اور بدترین کام نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر نئی بات گمراہی ہے''۔
(صحیح مسلم، مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ﴿شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا﴾ ''بدترین کام نئے کام ہیں'' امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف میں ہے، ﴿وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ﴾

''تم نئی باتوں سے بچو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔
(احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب ایضاً)

ایک اور حدیث شریف میں ہے، ﴿وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ﴾

''اور بدترین کام نئی چیز ایجاد کرنا ہے اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے''۔ (سنن نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین)

ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ خیال رہے کہ ان احادیث میں دینی و دنیاوی کاموں کی تفریق مذکور نہیں ہے۔

بدعت کا اصطلاحی معنیٰ:

شرعی اصطلاح میں ''وہ نیا کام یا نیا عقیدہ جو رسول کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس کے بعد شروع ہوا، بدعت ہے''۔ (مرقاۃ، اشعۃ اللمعات، مراۃ شرح مشکوٰۃ)

اُمُّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا، ﴿مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ﴾

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جس کی اصل اس میں نہیں تو وہ مردود ہے''۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ دین میں مطلقاً ہر نیا کام مردود نہیں ہے بلکہ ایسا نیا کام یا نیا عقیدہ جس کی اصل دین میں نہ ہو، وہ مردود ہے۔ پس اوپر مذکور احادیثِ مبارکہ میں جن نئی چیزوں کو برا فرمایا گیا، اُن سے مراد وہ نئے کام یا نئے عقیدے ہیں جن کی بنیاد اور اصل دین میں نہیں ہے۔

رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں مطلقاً نیک کام کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ نیک کام نئے ہوں۔ ارشاد ہوا، ﴿وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اور نیک کام کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ''۔ (الحج: ۷۷)

اپنے دل کی خوشی سے کوئی اچھا کام کرنا ''تطوّع'' کہلاتا ہے۔ اسے فقہی اصطلاح

میں مستحب کہتے ہیں۔قرآن مجید میں اس بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:۱۵۸)

''جوکوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی، تو اللہ قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا''۔

دوسری جگہ فرمایا گیا، ﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ﴾

''پھر جو خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اُس کے واسطے''۔(البقرہ:۱۸۴)

ان آیاتِ مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ مومن اپنی خوشی سے کوئی بھی اچھا کام اختیار کرسکتا ہے خواہ وہ کام نیا ہی کیوں نہ ہو؛ اس پر احادیثِ صحیحہ بھی گواہ ہیں۔

پس بدعت کی دو قسمیں ہوئیں، حسنہ اور سیئہ۔ اگر کوئی نیا کام قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو اور اس کی اصل قرآن وسنت میں موجود ہو، اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی نیا کام قرآن وسنت کے خلاف ہو اور اس کی اصل قرآن وسنت میں موجود نہ ہو، اسے بدعتِ سیئہ کہتے ہیں۔

دینِ فطرت اور اِرتقاء:

اسلام دینِ فطرت ہے اور فطرت میں اِرتقاء ہے، پروان چڑھنا اور نشو ونما پانا ہے۔ پہلے بیج بویا جاتا ہے پھر اس سے کونپل پھوٹتی ہے پھر چھوٹا سا پودا نمودار ہوتا ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک درخت کی شکل اختیار کرلیتا ہے یہانتک کہ اس پر پھل اور پھول آتے ہیں۔ انسان کا اپنا وجود ارتقاء کی روشن مثال ہے۔ ارشادِ ربانی ہے،

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ. فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾

''پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا۔ پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں اور پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا، پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی، تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا''۔(المؤمنون:۱۴)

زمانۂ نبوی ﷺ میں دین بھی بتدریج مکمل ہوا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے میں بھی دینی ودنیاوی معاملات میں ارتقاء کا عمل جاری رہا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آقا کریم ﷺ نے ہر نئے کام کو بدترین کام قرار دیا ہو۔ بعض لوگ درج ذیل آیت کو بنیاد بنا کر بدعاتِ حسنہ کا انکار کرتے ہیں جو درست نہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے، ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''۔(المائدہ:۳، کنزالایمان)

یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا، بعد عصر نازل ہوئی۔ دین کامل کرنے سے مراد یہ ہے کہ حلال وحرام کے احکام اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیے گئے۔ اس آیت کے نزول کے بعد حلال وحرام کے احکام سے متعلق کوئی آیت نازل نہ ہوئی۔ اگرچہ اس کے بعد سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۱ نازل ہوئی ہے مگر وہ ایک نصیحت ہے۔(تفسیر خزائن العرفان، ملخصاً)

اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام وتابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم نے دین میں جو بدعاتِ حسنہ شروع کیں، ان میں سے بعض کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

قرآن کریم اوربدعتِ حسنہ:

آئیے! بدعتِ حسنہ کے جواز پر قرآن کریم سے راہنمائی لیتے ہیں۔ ارشاد ہوا،

﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ﴾

''اور راہب بننا، تو یہ بات انہوں نے (یعنی عیسائیوں نے) دین میں اپنی طرف سے نکالی، ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی۔ ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو

پیدا کی، پھر اسے نہ نباہا جیسا کہ اس کے نباہنے کا حق تھا، تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے اُن کا ثواب عطا کیا''۔ (الحدید:۲۷، کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

اول: اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے دین میں ایسی نئی بات نکالی جاسکتی ہے جو شریعت کے اصولوں کے خلاف نہ ہو۔

دوم: جو نیا کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین میں نکالا جائے، اسے پابندی سے اخلاص کے ساتھ کرتے رہنا چاہیے۔

سوم: نئے اچھے کام یعنی بدعتِ حسنہ پر پابندی سے عمل کرتے رہنے پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

لفظ ''کل'' کا مطلب:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے، ﴿کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَ لَةٌ﴾ لفظ ''کل'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔ یہ سوچ درست نہیں، کیونکہ جس تناظر اور سیاق وسباق میں ''کُل'' کا لفظ آیا ہے، یہ اسی حوالے سے منطبق ہوگا۔

مثلاً اگر یہ اعلان ہو کہ عید میلاد النبی ﷺ کی محفل میں سب لوگوں کے لیے مٹھائی کا انتظام ہے، تو اِس ''سب'' سے مراد شہر کے سب لوگ یا ملک کے سب لوگ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جس تناظر میں یہ اعلان کیا جارہا ہے، اسے دیکھا جائے گا کہ اس ''سب'' سے مراد کون لوگ ہیں۔ عقل وشعور کا جواب یہ ہوگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ محفل میلاد کے سب شرکاء کے لیے مٹھائی کا انتظام ہے۔

اب قرآن مجید سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی، اے رب! مجھے دکھا کہ تو مردے کیسے زندہ کرے گا؟ ارشاد ہوا،

﴿فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ

مِّنْهُنَّ جُزْءً ا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا﴾ (البقرۃ:۲۶۰)

''چار پرندے لے کر اپنے ساتھ مانوس کرلے پھر انہیں ذبح کر کے ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر انہیں بلا، وہ تیرے پاس دوڑتے چلے آئیں گے''۔

اس آیت میں ﴿کُلِّ جَبَلٍ﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ دنیا کے ہر پہاڑ پر ان کا گوشت رکھنا تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تمام مفسرین کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں ﴿کُلِّ جَبَلٍ﴾ سے مراد صرف اس وادی کے اردگرد کے پہاڑ ہیں نہ کہ دنیا کے تمام پہاڑ۔

اسی طرح سورۃ الکہف میں ارشاد ہوا، ﴿وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا﴾

''اور (ذوالقرنین کو) ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا''۔ (الکہف:۸۴)

کیا ﴿کُلِّ شَیْءٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ذوالقرنین کو دنیا کی ہر چیز عطا ہوئی تھی؟ نہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے، انہیں وہ سب چیزیں عطا ہوئی تھیں۔

اسی طرح سبا کی ملکہ بلقیس کا دربار دیکھ کر ہدہد نے کہا تھا، ﴿وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ﴾ ''اور اسے ہر چیز میں سے دیا گیا ہے''۔ (النمل:۲۳)

کیا ﴿کُلِّ شَیْءٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ملکہ کو دنیا کی ہر چیز دی گئی تھی؟ نہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ وہ سب چیزیں مراد ہیں جو بادشاہوں کے شایانِ شان ہوتی ہیں۔

یوں ہی قومِ عاد پر آندھی کا عذاب آیا تو اس آندھی کے متعلق فرمایا گیا،

﴿تُدَمِّرُ کُلَّ شَیْءٍ م بِاَمْرِ رَبِّهَا﴾

''ہر چیز کو تباہ کر ڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے''۔ (الاحقاف:۲۵)

کیا ﴿کُلَّ شَیْءٍ﴾ سے کائنات کی ہر چیز مراد ہے۔ یقیناً نہیں۔ بلکہ اس آندھی نے کافروں کو ہلاک کیا اور مسلمان محفوظ رہے۔ (عام تفاسیر)

اسی طرح مزید کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ''کل'' کسی خاص پس منظر سے متعلق تمام چیزوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور مجازاً اکثر چیزوں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اب حدیث پاک کے سیاق وسباق پر غور فرمایئے۔ ارشاد ہوا، ''بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضرت محمد ﷺ کی ہدایت ہے۔ اور بدترین کام نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر نئی بات گمراہی ہے''۔

اب مفہوم بالکل واضح ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول معظم ﷺ کی ہدایت کو چھوڑ کر ایسی نئی بات یا نیا عقیدہ ایجاد کرے جس کی اصل قرآن وسنت میں نہیں، تو ایسی نئی بات بدترین بات اور گمراہی ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے بھی یہی مفہوم واضح ہو رہا ہے کہ جو ایسی نئی بات یا نیا عقیدہ ایجاد کرے جس کی اصل اِس دین میں نہ ہو، تو وہ مردود ہے۔

اب ﴿كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ﴾ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر نیا کام یا ہر نیا عقیدہ جس کی اصل قرآن وسنت میں نہیں ہے، وہ بری بدعت اور گمراہی ہے۔

شارح مسلم، امام نووی شافعی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کے متعلق فرمایا، ''اس سے مراد نئے باطل اُمور اور مذموم بدعات ہیں''۔ (شرح مسلم ج۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''جو نئے کام قرآن وسنت کے اصولوں کے خلاف ہوں انہیں بدعتِ ضلالت کہتے ہیں اور ﴿كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٍ﴾ کا قانون اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے''۔ (اشعۃ اللمعات ج۱:۴۲۲)

احادیثِ مبارکہ اور بدعتِ حسنہ :

نبی کریم ﷺ نے نئے کام ایجاد کرنے کے حوالے سے امت کی راہنمائی فرمائی اور ایک ضابطہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا،

﴿مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلاَمِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلاَمِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ﴾

''جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسکے لیے اسکا ثواب ہے اور اسکے بعد اس پر عمل کرنے والوں کی مثل بھی اُسے ثواب ہوگا اور ان بعد والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا اس پر اسکا گناہ ہے اور اسکے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا بھی اُسے گناہ ہوگا جبکہ ان بعد والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ کتاب العلم)

بعض لوگ کہتے ہیں، اس حدیث میں سنت سے مراد سنتِ رسول ﷺ ہے۔ یہ بات قطعاً غلط ہے کیونکہ اسی حدیث میں ''سُنَّةً سَيِّئَةً'' کا لفظ بھی ہے اور معاذ اللہ حضور ﷺ کی کوئی سنت بُری نہیں ہو سکتی۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں اصطلاحی ''سنت'' مراد نہیں بلکہ سنت کا لغوی معنیٰ ''طریقہ'' مراد ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس سے مراد کسی متروک سنت کا زندہ کرنا ہے کیونکہ اُس کا ذکر ﴿مَنْ اَحْيٰى سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ﴾ کے الفاظ کے ساتھ علیحدہ آیا ہے۔ ارشاد ہوا، ''جس نے میری ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مٹ چکی تھی، اسے اتنا ہی ثواب ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی''۔

پھر فرمایا، ﴿وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلاَلَةً لاَ يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾

''اور جس نے کسی نئی برائی کو شروع کیا جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں، تو اسے اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس برائی پر عمل کرنے والوں کو ہوگا اور ان گناہ کرنے والوں کے

گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی‘‘۔ (جامع ترمذی باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ)

اس حدیث میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ ایک یہ کہ سنت کے مقابلے میں بدعت کا ذکر ہوا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ وہ بدعت گمراہی ہے جس سے کوئی سنت ترک ہو۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے، ’’جو قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس کی مثل سنت اُٹھا لی جاتی ہے لہٰذا سنت پر عمل کرنا بدعت کی ایجاد سے بہتر ہے‘‘۔ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

دوسری بات یہ کہ ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ صرف وہ بدعت ’’ضلالت‘‘ ہے جو اللہ اور رسول کو پسند نہیں، اسے بدعتِ سیئہ کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بدعت ایسی بھی ہوتی ہے جو اللہ اور رسول کو پسند ہے، اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔

’’بدعتِ حسنہ سنت کو مٹاتی نہیں بلکہ کبھی رائج کرتی ہے۔ مثلاً علمِ دین سکھانا سنت ہے۔ اب اس کے لیے کتابیں چھاپنا، مدرسہ بنانا، وہاں تعلیم کے نصاب اور کورس بنانا اگرچہ بدعت ہیں مگر سنت کے معاون، نہ کہ مخالف‘‘۔ (مراۃ ج ۱:۱۷۸)

آقا و مولیٰ سیدِ عالم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے، ﴿فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ﴾ ’’تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے‘‘۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب الاعتصام)

حضور ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ جمعِ قرآن، باجماعت تراویح، جمعہ کی اذانِ ثانی وغیرہ خلفائے راشدین کے نئے اچھے کام سنت ہیں۔ اگر ہر نیا کام بری بدعت ہو تو پھر خلفائے راشدین کے نئے کاموں کو ’’سنت‘‘ کیونکر کہا جاسکے گا۔ ثابت ہوا کہ مذکورہ نئے کام اچھے ہیں البتہ نئے ہونے کے اعتبار سے بدعاتِ حسنہ ہیں۔ اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خود جماعتِ تراویح کو ’’بدعت‘‘ فرمایا۔

’’سَنَّ‘‘ سے مراد نیا کام ایجاد کرنا:

بعض کم فہم لوگ بدعتِ حسنہ کے انکار کے لیے یہ عذر تراشتے ہیں کہ حدیث میں

لفظ ’’سَنَّ‘‘ سے مراد نیا کام شروع کرنا نہیں ہے بلکہ کسی سنت پر عمل کرنا ہے۔ حالانکہ ائمہ لغت کے نزدیک بھی ’’سَنَّ‘‘ کا مطلب نیا کام شروع کرنا یا ایجاد کرنا ہے۔

ہم صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث سے ثبوت پیش کردیتے ہیں کہ ’’سَنَّ‘‘ سے مراد نیا کام شروع کرنا یا ایجاد کرنا ہے۔

۱۔ حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کا ذکر یوں آیا، ﴿فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ﴾ پس وہ خبیب ہیں جنہوں نے نیا کام شروع کیا کہ قتل سے پہلے دو رکعت پڑھی جائیں۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

۲۔ دنیا میں جب بھی کوئی شخص ناحق قتل کیا جاتا ہے تو اس قتل کا گناہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کو بھی ہوتا ہے۔ ﴿لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ﴾ کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل ایجاد کیا تھا۔ (بخاری کتاب الاعتصام، مسلم)

پس ثابت ہوا کہ مذکورہ حدیث میں ’’سَنَّ‘‘ سے مراد اچھا کام ایجاد کرنا ہے اور اس پر ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ محدثین فرماتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھے اُمور کا ایجاد کرنا مستحب ہے اور برے اُمور کا ایجاد کرنا حرام ہے۔

دورِ صحابہ کی بدعاتِ حسنہ:

صحیح بخاری کتاب الاحکام میں ہے، دورِ صدیقی میں جنگ یمامہ میں کثیر حفاظ صحابہ شہید ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی، اگر جنگوں میں یونہی حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کی حفاظت مسئلہ بن جائے گی اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کو کتابی صورت میں جمع کرنے کا حکم دیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ﴿كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ﴾ میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول معظم ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ﴿هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ﴾ اگرچہ یہ کام حضور ﷺ نے نہیں کیا مگر اللہ کی قسم! یہ کام بہتر

ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ زور دیتے رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور میں انکی رائے سے متفق ہو گیا۔

پھر آپ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کام کا حکم دیا تو انہوں نے یہی عرض کی، آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو آقا ﷺ نے نہیں کیا؟ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! یہ کام بہتر ہے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے انکا سینہ بھی کھول دیا اور انہوں نے قرآن عظیم ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا۔ یہ اسلام میں پہلی بدعتِ حسنہ تھی۔

حضور ﷺ نے رمضان شریف میں تین راتیں مسجد میں تراویح ادا فرمائی۔ لوگ از خود جمع ہو گئے۔ آپ چوتھی رات نہ آئے اور فرمایا، میں اس لیے نہیں آیا کہ یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ دورِ صدیقی میں بھی لوگ الگ الگ تراویح پڑھتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا اور لوگوں کو جماعت سے تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر باجماعت تراویح کے متعلق فرمایا، ﴿نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ﴾ ''یہ بہت اچھی بدعت ہے''۔
(بخاری باب فضل من قام رمضان، مسلم باب قیام شہر رمضان)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ہر بدعت بُری نہیں ہوتی بلکہ اچھی بھی ہوتی ہے اور بدعتِ حسنہ کا اِجرا صحابہ کرام کی سنت ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ اگر یہ نیا کام اچھا تھا تو حضور ﷺ نے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیوں نہیں کیا۔

قرآن کریم سات حروف یعنی سات لغات میں نازل ہوا۔ دورِ فاروقی تک ان سات لغات میں قرآن مجید پڑھا جاتا رہا۔ جب لوگوں میں مختلف لغات میں قرآن پڑھنے پر اختلاف ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کی لغت میں قرآن لکھوایا اور اسی کی نقول اسلامی شہروں میں بھجوا دیں۔ اور باقی مصاحف کو دُھلوا کر جلا دینے کا حکم دیا اسی بناء پر آپ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ (بخاری باب جمع القرآن)

اسی طرح جمعہ کی دوسری اذان دورِ نبوی ﷺ، دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی میں نہیں تھی۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شروع فرمائی۔ (بخاری کتاب الاذان)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مذکورہ اچھے کام خود نہ کیے تاکہ یہ کام صحابہ کرام انجام دیں اور مسلمانوں کے لیے دلیل بن جائے کہ جو جائز کام حضور ﷺ نے نہیں کیا، اس پر بعد والوں کا عمل کرنا بدعتِ سیئہ یا حرام نہیں ہے۔

بدعتِ حسنہ دورِ صحابہ پر منحصر ہے؟

یہ اعتراض کہ ''پیشوائے دین نے تو یہ فعل کیا ہی نہیں، ہم کیونکر کریں'' زمانۂ صحابہ میں پیش ہو کر رَد ہو چکا اور سیدنا ابوبکر و عمر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرمان کے مطابق یہ قرار پا چکا کہ بات فی نفسہٖ اچھی ہونی چاہیے اگرچہ پیشوائے دین نے نہ کی ہو۔

مجددِ برحق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں،

''جب زید بن ثابت نے سیدنا صدیق اکبر اور صدیق اکبر نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہم پر اعتراض کیا تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہونا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا، ہم صحابہ ہیں، ہمارا زمانہ خیرُ القرون سے ہے؛ بلکہ یہی جواب دیا کہ اگرچہ حضور اقدس ﷺ نے یہ کام نہ کیا مگر یہ کام اپنی ذات میں بھلائی کا ہے پس کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآن عظیم باتفاقِ حضراتِ صحابہ جمع ہوا''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۲۶:۵۴۲، اقامۃ القیامۃ)

گویا صحابہ کرام نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ کوئی نیا کام کسی بھی زمانے میں شروع ہو، اگر وہ بذاتِ خود اچھا ہو تو اس پر عمل میں کوئی حرج نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ رقمطراز ہیں،

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز چاشت کی نسبت فرماتے ہیں،

''بیشک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے اور بیشک وہ ان بہترین چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نئی نکالیں''۔ (معجم الکبیر ۱۲:۴۲۴، فتح الباری شرح بخاری)

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، تم لوگوں نے قیامِ رمضان نیا نکالا، تو اب جو نکالا ہے تو ہمیشہ کیے جاؤ اور کبھی نہ چھوڑنا۔ (معجم الاوسط ۸:۲۱۸)

دیکھو! یہاں تو صحابہ کرام نے ان افعال کو بدعت کہہ کر حسن کہا اور انہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مسجد میں ایک شخص کو تثویب کہتے سن کر اپنے غلام سے فرمایا، ”نکل چل ہمارے ساتھ اس بدعتی کے پاس سے“۔ (مصنف عبدالرزاق ۱:۴۷۵)

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ با آوازِ بلند پڑھتے سن کر فرمایا، اے میرے بیٹے! یہ نو پیدا بات ہے، بچ نئی باتوں سے۔
(ترمذی ابواب الصلوٰۃ)

یہ فعل بھی اس زمانے میں واقع ہوئے تھے انہیں بدعت کہہ کر بدعتِ سیئہ مذمومہ ٹھہرایا۔ تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک بھی اپنے زمانے میں ہونے یا نہ ہونے پر (بدعت کا) دارومدار نہ تھا بلکہ وہ نفسِ فعل کو دیکھتے، اگر اس میں کوئی محذورِ شرعی نہ ہوتا تو اجازت دیتے ورنہ منع فرماتے، اور یہی طریقہ تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں رائج رہا ہے“۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶:۵۳۹، اقامۃ القیامۃ)

بدعت کے بُری ہونے کے لیے دورِ صحابہ کے بعد ہونا ضروری نہیں۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے کسی کا سلام پہنچایا تو آپ نے فرمایا، مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے (وہ تقدیر کا منکر ہو گیا ہے)۔ اگر واقعی ایسا ہے تو اسے میرا اسلام نہ کہنا۔ (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر، ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعتِ سیئہ اور بدعتِ حرام وہ بُرے عقائد ہیں جو دین میں ایجاد ہوں۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ”تمام بدعتی فرقوں میں بدترین وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام سے بغض وعناد رکھتا ہے“۔
(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۵۴)

امام نووی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد روایت کرتے ہیں،

﴿اَلْمُحْدَثَاتُ مِنَ الْاُمُوْرِ ضَرْبَانِ، اَحَدُهُمَا مَا اُحْدِثَ مِمَّا يُخَالِفُ كِتَابًا اَوْ سُنَّةً اَوْ اَثَرًا اَوْ اِجْمَاعًا فَهٰذِهِ الْبِدْعَةُ ضَلَالَةٌ . وَالثَّانِيَةُ مَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ لَا خِلَافَ فِيْهِ لِوَاحِدٍ مِّنْ هٰذَا فَهٰذِهٖ مُحْدَثَةٌ غَيْرُ مَذْمُوْمَةٍ﴾

”نئی باتیں یعنی بدعات دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو قرآن یا سنت یا آثار یا اجماع کے خلاف نکالی جائیں، یہ بدعت و گمراہی ہیں۔ دوسری وہ نئی باتیں ہیں جن میں بھلائی ہو اور وہ ان چیزوں (یعنی قرآن و سنت و اثر و اجماع) کے خلاف نہ ہوں تو وہ بری نہیں“۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۳:۲۱)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں،

﴿وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّمَا اِنْ كَانَتْ مِمَّا تَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَحْسَنٍ فِي الشَّرْعِ فَهِيَ حَسَنَةٌ وَاِنْ كَانَتْ مِمَّا تَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَقْبَحٍ فِي الشَّرْعِ فَهِيَ مُسْتَقْبَحَةٌ وَاِلَّا فَهِيَ مِنْ قِسْمِ الْمُبَاحِ﴾

”بدعت اگر کسی ایسی چیز کے تحت داخل ہے جس کی خوبی شریعت سے ثابت ہے تو وہ بدعتِ حسنہ ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے تحت داخل ہے جس کی برائی شریعت سے ثابت ہے تو وہ بدعتِ سیئہ ہے، ورنہ مباح ہے“۔ (فتح الباری ج ۵:۱۵۶)

بدعاتِ حسنہ پر اتفاق:

بعض کا خیال ہے کہ صحابہ کے بعد کا کام بدعتِ حسنہ نہیں ہو سکتا، یہ بھی غلط ہے۔ صحابہ کے زمانے میں قرآن کریم میں نقطے اور اعراب نہیں تھے۔ زمانۂ نبوی ﷺ کے تقریباً پچپن سال بعد عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقطے لگائے جائیں، چنانچہ ابوالاسود الدؤلی نے علمِ نحو ایجاد کیا۔ اس نے اور اس کے شاگرد یحییٰ بن یعمر نے قرآن کریم خطِ نسخ میں لکھا اور اس کے حروف پر نقطے و اعراب

یعنی زیر زبر پیش وغیرہ (نقاط کی صورت میں) لگائے۔ (تفسیر قرطبی)

اگلے مرحلے میں قرآن کریم کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا۔ اعراب کی موجودہ شکل دورِ عباسیہ کے ایک عالم خلیل بن احمدؒ کی دی ہوئی ہے۔ اسی طرح آیاتِ قرآنی پر رموزِ اوقاف پہلی بار تیسری صدی ہجری میں لگائے گئے۔ ان تمام بدعاتِ حسنہ سے آج پوری امت فائدہ پا رہی ہے۔

اسی طرح زمانۂ نبوی میں مساجد کچی تھیں۔ حضور ﷺ نے مٹی پر بھی نماز ادا فرمائی ہے۔ اس دور میں مساجد میں محراب تھی نہ مینار۔ آج مساجد عالیشان ہیں، قالین بچھے ہیں، پنکھے، لائٹس، لاؤڈ اسپیکر، گیزر اور اے سی لگے ہوئے ہیں۔ تمام علماء ان سب چیزوں پر خرچ کو ثواب کہتے ہیں حالانکہ یہ سب نئے کام ہیں۔

اسی طرح زمانۂ نبوی ﷺ اور دورِ صحابہ میں نہ دار العلوم تھے، نہ اُن میں موجودہ نظامِ تعلیم۔ یہ بھی سب بدعاتِ حسنہ ہیں اور یہی ارتقائی عمل ہے۔

ایک مفتی صاحب کہتے ہیں، ''خوب سمجھ لیں کہ بدعت کوئی اچھی نہیں ہوتی، جتنی بدعتیں ہیں وہ سب سیئہ ہیں، کوئی حسنہ نہیں''۔ (بدعت ایک گمراہی صفحہ ۲۶) حالانکہ یہ جمہور فقہاء و محدثین کے اقوال کے خلاف ہے۔ امام شافعی اور امام ابن حجر عسقلانی کے اقوال اوپر مذکور ہوئے۔ امام ابن اثیر جزری رحمہم اللہ رقمطراز ہیں،

﴿اَلْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ، بِدْعَةُ هُدًى وَبِدْعَةُ ضَلَالٌ﴾

''بدعت دو قسم کی ہے، ہدایت والی بدعت اور گمراہی والی بدعت''۔ (النہایہ ج۱)

امام نووی رحمہ اللہ نے ان دو اقسام کی مزید پانچ قسمیں لکھی ہیں، ﴿قَالَ الْعُلَمَاءُ، اَلْبِدْعَةُ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ وَاجِبَةٌ وَمَنْدُوْبَةٌ وَمُحَرَّمَةٌ وَمَكْرُوْهَةٌ وَمُبَاحَةٌ...﴾

''علماء نے بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ واجب، مندوب یا مستحب، حرام، مکروہ اور مباح۔ بدعتِ واجب مثلاً ملحدوں، بدعتیوں اور گمراہوں کے رد کے

لیے متکلمین کے دلائل دینا، بدعتِ مستحب مثلاً کتب تصنیف کرنا، مدارس، سرائے وغیرہ بنانا، بدعتِ مباح مثلاً مختلف اقسام کے کھانے وغیرہ، جبکہ بدعتِ حرام اور مکروہ واضح ہیں''۔ (شرح صحیح مسلم: ج۴)

امام ابن حجر مکی، امام سیوطی، محدث علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ آلوسی وغیرہ رحمہم اللہ نے بھی بدعت کی یہی مذکورہ پانچ اقسام لکھی ہیں۔

علم نحو سیکھنا، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، قرآن پر اعراب لگانا بدعتِ واجب، محافلِ میلاد، حضور کا نام سن کر انگوٹھے چومنا، دینی مدارس بنانا بدعتِ مستحب، گمراہ فرقوں کے باطل عقائد، داڑھی منڈانا، عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا، درود شریف کی جگہ ص یا صلعم لکھنا بدعتِ حرام، کھڑے ہو کر کھانا پینا بدعتِ مکروہ، اور بدعتِ مباح جیسے فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرنا، آٹے کو چھلنی سے چھاننا، کھانے اور لباس میں وسعت۔

مستحب کام کی تعریف:

وہی مفتی صاحب لکھتے ہیں، ''بدعت کے معنی دین میں کوئی ایسا طریقہ نکالنا اور پھر اس طریقے کو مستحب، لازم یا مسنون قرار دینا جس کو نبی کریم ﷺ یا خلفاءِ راشدین نے مسنون قرار نہیں دیا، یہ بدعت کہلائے گا''۔ (ایضاً صفحہ ۲۷)

پہلا سوال یہ ہے کہ وہ کون سے ''نئے طریقے'' ہیں جن کو نبی کریم ﷺ یا خلفاءِ راشدین نے مسنون قرار دیا ہے۔ بات تو نئے طریقے کی ہو رہی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ دین میں اب نیا طریقہ پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر صحیح مسلم کی اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا جس میں ﴿مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً﴾ فرما کر اچھا طریقہ ایجاد کرنے والے کو نبی کریم ﷺ نے ثواب کی بشارت دی ہے۔ نیز جامع ترمذی کی اس حدیث کا کیا ہوگا جس میں ﴿وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ﴾ فرما کر برا طریقہ ایجاد کرنے والے کی مذمت کی گئی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جو نیا طریقہ نبی کریم ﷺ یا خلفاءِ راشدین نے مسنون قرار نہیں دیا، اگر اُسے لازم یا مسنون قرار نہ دیا جائے، تو کیا وہ مستحب نہیں ہوسکتا؟

عجیب بات ہے کہ مفتی صاحب کے بقول کسی کام کے مستحب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ یا خلفاءِ راشدین نے مسنون یا ضروری قرار دیا ہو۔

مزید لکھا ہے، ''جو طریقہ نبی کریم سرورِ دوعالم ﷺ نے اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام نے ضروری قرار نہیں دیا، دنیا کی کوئی طاقت اس کو واجب، سنت یا مستحب قرار نہیں دے سکتی۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ ضلالت اور گمراہی ہوگی''۔ (صفحہ ۳۷)

مفتی صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ انہوں نے مستحب کی یہ تعریف کس کتاب سے لی ہے یا بدعت کی یہ تعریف کس صحیح حدیث میں موجود ہے۔

اب اہلِ فکر ودانش سے میرا سوال ہے کہ پنکھے، لائٹس اور گیزر وغیرہ تو دنیاوی استعمال کی چیزیں ہیں۔ اگر کوئی مولانا صاحب یہ اعلان کریں کہ ''مسجد کے لیے پنکھے، اے سی اور گیزر وغیرہ دے کر ثواب حاصل کریں۔ یہ چیزیں مسجد میں دینا واجب یا سنت نہیں بلکہ ثواب کا کام یعنی مستحب ہے''۔

مفتی صاحب کے بقول چونکہ اسے ''نبی کریم سرورِ دوعالم ﷺ نے اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام نے ضروری قرار نہیں دیا، دنیا کی کوئی طاقت اس کو واجب، سنت یا مستحب قرار نہیں دے سکتی۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ ضلالت اور گمراہی ہوگی''۔

پس ان مفتی صاحب کے فتوی کی رُو سے مسجد کے لیے ان چیزوں کا مانگنے والا بھی گمراہ اور ثواب کے لیے یہ چیزیں دینے والے بھی گمراہ۔ (معاذ اللہ)

دین کے ذریعے دنیا کمانے کی مذمت میں متعدد احادیث موجود ہیں، اس کے باوجود علماء وعظ وتقریر پر اور حفاظ ختمِ قرآن پر نذرانہ لیتے ہیں، تمام مساجد کے امام، مؤذن، مدرس اور مفتی حضرات مقررہ تنخواہیں لیتے ہیں۔ کیا زمانۂ نبوی ﷺ یا دورِ صحابہ

سے اس کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟؟؟ ہرگز نہیں۔

مفتی صاحب کے بقول چونکہ اسے ''نبی کریم سرورِ دوعالم ﷺ نے اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام نے ضروری قرار نہیں دیا''۔ لہٰذا ان کے مذکورہ فتوی کی رُو سے مسجد ومدرسہ کے لیے یہ عطیات مانگنے والا بھی گمراہ اور ثواب کے لیے یہ عطیات دینے والے بھی گمراہ۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ نماز اور قرآن پڑھانے پر نیز فتویٰ لکھنے پر تنخواہ لینے والے بھی گمراہ۔ (معاذ اللہ)

سچ ہے کہ تعصب انسان کو عقل سے محروم کردیتا ہے۔ میلاد شریف کی مخالفت میں ''علم'' والے ایسے بہکے کہ جائز کاموں کو گمراہی بنا دیا اور یوں خود بھی گمراہی کا شکار ہوگئے۔ اب فقہ حنفی کی مشہور کتاب دُرِّ مختار سے مستحب کی تعریف ملاحظہ کیجیے۔

﴿ومستحبه ویسمی مندوبا وادبا وفضیلة ونفلا وتطوعا وهو ما فعله النبی ﷺ مرة وترکه اخری وما احبه السلف﴾

''مستحب، مندوب، ادب، فضیلت، نفل اور تطوع ایک چیز کے نام ہیں۔ مستحب وہ ہے جسے نبی کریم ﷺ نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو، یا سلف صالحین نے اسے پسند کیا ہو''۔ سلف صالحین کے پسندیدہ کام مستحب ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔

﴿مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ﴾

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے''۔ (مسند احمد ج۱:۳۷۹، طبرانی کبیر ج۹:۱۱۲)

یہاں مسلمانوں سے مراد کامل مسلمان اور علمائے حق ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ قمطراز ہیں، ''مستحب وہ ہے جو شرع میں پسند ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو، خواہ خود حضورِ اقدس ﷺ نے اسے کیا یا ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا''۔ (بہارِ شریعت ج۱:۲۸۳)

بعض بدعات پر سب متفق:

جس طرح آج مساجد میں پانچوں نمازوں کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں اور پھر انہی اوقات کے لحاظ سے اذان کہی جاتی ہے، عہدِ نبوی میں یہ طریقہ نہیں تھا لہٰذا یہ بھی بدعت ہے۔ نبی کریم ﷺ کسی نماز کا وقت مقرر کیے بغیر اُس نماز کا وقت شروع ہو جانے پر نماز پڑھایا کرتے تھے۔

مزید یہ کہ آج ہر مسجد میں ایک مقرر امام نماز پڑھاتا ہے جو باقاعدہ طے شدہ تنخواہ لیتا ہے۔ یہ طریقہ بھی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں نہیں تھا۔ لہٰذا یہ بھی بدعت ہے۔ پہلے زمانے میں جب نماز کا وقت ہو جاتا تو جو لوگ وہاں موجود ہوتے وہ حاضرین میں سے کسی عالم و پرہیز گار کو اپنا امام بنا لیتے۔

آج دارالعلوم اور عالیشان مدارس بنائے جاتے ہیں جس میں مدرسین، مفتی، مہتمم اور شیخ الحدیث صاحبان مقرر کردہ تنخواہیں لیکر جدید نصاب پڑھاتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں نہیں تھا، لہٰذا یہ بھی بدعت ہے۔

آج زکوٰۃ جیسا فریضہ کرنسی نوٹ کے ذریعے ادا کیا جاتا ہے جس پر حکمرانوں کی تصویریں چھپی ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ بھی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں نہیں تھا، لہٰذا کاغذ کا نوٹ اور اس پر حرام تصویر دونوں بدعت ہیں۔

آج حج جیسا اہم فریضہ ادا کرنے کے لیے تصویر کھنچوانا، پاسپورٹ بنوانا اور ویزا لگوانا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں ان میں سے کچھ بھی نہیں تھا، لہٰذا حج کے لیے مذکورہ تمام طریقۂ کار بدعت ہے۔ مزید یہ کہ آج خانۂ کعبہ کی عمارت ویسی نہیں جیسی آقا و مولیٰ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تھی، نہ مقامِ ابراہیم وہاں ہے جہاں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھا۔ نہ صفا و مروہ کے درمیان پختہ فرش تھا، نہ وہاں اے سی لگے ہوئے تھے، نہ کئی منزلوں میں طواف اور سعی ہوتی تھی۔

مفتی صاحب کے بقول چونکہ ان تمام کاموں کو ''نبی کریم سرورِ دوعالم ﷺ نے اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام نے ضروری قرار نہیں دیا، دنیا کی کوئی طاقت ان کو واجب، سنت یا مستحب قرار نہیں دے سکتی۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ ضلالت اور گمراہی ہوگی''۔ اگر مفتی صاحب کا مذکورہ فتویٰ مان لیا جائے تو پھر کون مسلمان ایسا ہوگا جو بدعتی اور گمراہ ہونے کے جرم سے محفوظ رہے گا۔

ستم یہ کہ سعودی حکام نے حاجیوں کی تعداد بڑھانے کے لیے مزدلفہ کے ایک بڑے حصے کو ''منیٰ جدید'' قرار دے کر خود شارع بننے کی جسارت کی ہے۔ اس بدعت سیئہ کے سبب حاجی صاحبان منیٰ میں قیام کی سنت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس خلافِ سنت کام پر مفتی صاحبان خاموش کیوں ہیں؟؟

تعجب اس بات پر ہے کہ صرف مکتبۂ فکر کے اختلاف کی بناء پر اہلِ علم کس قدر کم علمی اور تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ میلاد النبی کو بدعتِ سیئہ بتانے کے لیے جو لوگ صالحین کے عمل کو دلیل ماننے سے انکاری ہیں وہ دیگر مسائل میں کس قدر نرم ہیں۔ مثلاً وہی مفتی صاحب (اصلاحی خطبات ج۱۶:۲۳۶ میں) لکھتے ہیں،

''آج کل دعا کا جو طریقہ رائج ہو گیا ہے کہ امام دعا کے الفاظ کہتا ہے اور باقی لوگ اس پر آمین کہتے ہیں، یہ طریقہ روایات میں کہیں حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہیں، لیکن یہ طریقہ ناجائز بھی نہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کو ناجائز بھی نہیں کیا''۔

سوال یہ ہے کہ جو کام نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت ہی نہیں، وہ جائز کیسے ہے؟ اگر یہ ثابت نہ ہونے کے باوجود جائز ہے تو پھر میلاد شریف ناجائز کیوں؟

سوا لاکھ بار کلمہ طیبہ پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانے کے متعلق ایک اور مفتی صاحب لکھتے ہیں، یہ روایت کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔ بعض مشائخ نے اس کو نقل فرمایا ہے لہٰذا اس پر عمل درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۵:۳۸۲)

اگر کوئی روایت حدیث کی کتاب سے ثابت نہ ہو، اور محض مشائخ کے لکھ دینے کی وجہ سے اس پر عمل جائز ہو جائے خواہ وہ عمل نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو اور نہ صحابہ سے، تو پھر میلاد شریف قرآن وحدیث اور کثیر علماء ومشائخ کے نقل اور عمل کے باوجود بدعت کیونکر ہوسکتا ہے؟ کاش کہ اتحادِ امت کی خاطر لوگ ضد، انا اور تعصب چھوڑ کر رحمتِ عالم ﷺ کی عظمت اور محبت پر متفق ہو جائیں، آمین۔

مستحب کام ہمیشہ کرنا:

بعض لوگوں کا اعتراض یہ ہے کہ ''اہلسنت بعض مستحب کام پابندی سے کرتے ہیں مثلاً محفلِ میلاد، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا وغیرہ۔ گویا وہ ان امور کو فرض بنا دیتے ہیں''۔ یہ اعتراض لاعلمی اور بدگمانی پر مبنی ہے۔

اہلسنت ان کاموں کو مستحب سمجھ کر ہی پابندی سے کرتے ہیں اور اس کا ایک سبب کتاب کے آغاز ہی میں ''قرآن کریم اور بدعتِ حسنہ'' کے تحت تحریر کیا گیا کہ جب کوئی نیا اچھا کام شروع کیا جائے تو اسے پابندی سے کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ دوسرا سبب یہ حدیث پاک ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ﴿اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ﴾

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ عمل کم ہو''۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس عمل کو شروع کرتیں اسے لازم کر لیتیں۔ (بخاری، مسلم باب فضیلۃ العمل الدائم)

الحمدللہ! ہم کسی مستحب فعل کو واجب یا سنت نہیں کہتے بلکہ اسے مستحب سمجھ کر ہی پابندی سے کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نماز چاشت کی آٹھ رکعت پابندی سے پڑھتی تھی اور فرماتی تھیں، اگر میرے والدین کو میرے لیے دوبارہ بھی زندہ کیا جائے تو میں ان رکعات کو نہ چھوڑوں۔ (موطا امام مالک، مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الضحیٰ)

اسی طرح جب آقا ومولیٰ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم کیا عمل کرتے ہو جس کی بناء پر میں نے تمہارے قدموں کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی، بظاہر تو کوئی عمل ایسا نہیں، البتہ ایک بات یہ ہے کہ میں شب وروز میں جب بھی وضو کرتا ہوں، دو رکعت نفل پڑھتا ہوں۔ (بخاری باب فضل الطہور)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ہر وقت باوضو رہنے اور تحیۃ الوضو پڑھنے کا حکم نہیں دیا تھا، یہ عمل انہوں نے خود سے اختیار کیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مستحب کام کو پابندی سے کرنا اللہ تعالیٰ، رسول معظم ﷺ اور صحابہ کو بھی پسند ہے۔ اس پابندی کی وجہ سے یہ الزام ہرگز درست نہ ہوگا کہ وہ اسے فرض یا واجب سمجھتے ہیں۔

دینی مدارس میں روزانہ ایک مقررہ ٹائم ٹیبل کے مطابق پڑھائی ہوتی ہے، سالانہ امتحان، سالانہ جلسے، رمضان میں تعطیلات، مخصوص وقت پر داخلے وغیرہ، ان سب امور کی پابندی سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم انہیں فرض سمجھتے ہیں، اسی طرح ہم ان مستحب کاموں کی بھی پابندی کرتے ہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سُنّی کی پہچان کیا ہے؟ تو فرمایا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو افضل جاننا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا اور چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا۔ یہی علامات حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی بیان فرمائی ہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

یہ تینوں باتیں صحابہ وتابعین کے دور میں اہلسنت کی پہچان قرار پائیں کیونکہ اُس دور میں اِن کے منکر گمراہ فرقے پیدا ہوگئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض جائز کام بدمذہبوں کی مخالفت کی وجہ سے افضل اور اہم ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کی علامت قرار پاتے ہیں۔ موجودہ دور میں صحیح العقیدہ اہلسنت کی اہم علامت **میلادُ النبی ﷺ کی خوشی منانا** ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ، قرآن میں:

اگر ایمان کی نظر سے قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ذکرِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے متعدد آیات میں لفظ جَاءَ، اَرْسَلَ، اور بَعَثَ ارشاد فرما کر حضور ﷺ کا میلاد ہی بیان فرمایا ہے۔

اب عید میلاد النبی ﷺ منانے کے متعلق قرآن وسنت میں جو اصل موجود ہیں، ان میں سے بعض ملاحظہ فرمائیں۔

مفکرِ اسلام پیرِ طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم القدسیہ فرماتے ہیں؛ ارشادِ ربانی ہے، ﴿ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ﴾

''اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ''۔ (ابراھیم: ۵)

امام المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں رب تعالیٰ کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔

رحمتِ عالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ہو نہیں سکتی کیونکہ انہی کے صدقے وطفیل ہمیں ایمان ملا، قرآن ملا اور رحمان کی معرفت نصیب ہوئی۔

پس آقا ومولیٰ ﷺ کے میلاد کے دن سے بڑھ کر کون سا دن ایسا ہوسکتا ہے جس کی لوگوں کو یاد دلائی جائے اور اللہ کے شکر کا اظہار کیا جائے۔

''ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سیدِ عالم ﷺ کی ولادت ومعراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے''۔ (خزائن العرفان)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت رسول کریم ﷺ ہیں اور آپ وہ محبوب رسول ہیں کہ جن کے میلاد کی محفل رب تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں سجائی ہے۔ ارشاد ہوا،

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝﴾ (اٰلِ عمران:۸۱)

''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا،'' جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرنا''۔

(پھر اللہ نے) فرمایا، کیوں تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا۔ (پھر اللہ نے) فرمایا، تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں''۔ (کنز الایمان)

یہ کائنات میں سب سے پہلی محفلِ میلاد تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اور آپ کی فضیلت وعظمت کا ذکر انبیاء کرام سے فرمایا۔

اس کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی، ان سے سیدُ الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت عہد لیا اور اُن انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر اُن کی حیات میں سید عالم ﷺ مبعوث ہوں تو وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں۔ (خزائن العرفان)

وہ ایسی اعلیٰ شان والے رسول ہیں کہ ان کی ولادت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی اور ان کے اوصاف بیان فرمائے۔ ارشادِ قرآنی ہے،

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾

''اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے، کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے، اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے، اور انہیں خوب ستھرا فرمادے، بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا''۔ (البقرۃ:۱۲۹، کنز الایمان)

وہ ایسی عظمت والے رسول ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کا میلاد بیان فرمایا کرتے ۔قرآن کریم میں آپ کا یہ ارشاد موجود ہے،

﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ﴾

''اور (میں) اُن رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے، اُن کا نام احمد ہوگا''۔(الصّف:٦، کنزالایمان)

خوشخبری سنانے والا پہلے خود خوش ہوتا ہے پھر دوسروں کو خوشخبری سناتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ساتھ مل کر خوشی منائیں۔مذکورہ دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے میلاد کا ذکر کرنا، میلاد کو خوشی کا ذریعہ جاننا اور اس پر خوش ہونا انبیاءکرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

﴿بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ﴾:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمانِ ذی شان ہے،

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ﴾

''(اے حبیب!) تم فرماؤ، اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے نزول) کے سبب انہیں چاہیے کہ خوشی منائیں، وہ (خوشی منانا) اُن سب چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں''۔(یونس:٥٨)

اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔سورۃ الجمعۃ میں حضور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اور بعض صفات کا ذکر فرما کر آپ کو اللہ کا فضل فرمایا گیا۔

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ o ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾

''وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، اور بیشک وہ (لوگ) اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے، اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے''۔

مفسرین کے نزدیک ان آیات میں اللہ کے فضل سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔

قاضی ثناءاللہ رحمہ اللہ آخری آیت کے تحت لکھتے ہیں،''لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ حضور کے وسیلے سے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی اور پاک کیا''۔(تفسیر مظہری)

مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں،''کہ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا''۔(تفسیر خزائن العرفان)

سورۃ الاحزاب میں حضور ﷺ کو متعدد صفات کے ساتھ دنیا میں بھیجنے کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ کا ''بڑا فضل'' فرمایا گیا۔سورۃ الاحزاب آیت ٤٥ تا ٤٧ میں ارشاد ہوا،

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاo وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًاo وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا کَبِیْرًا﴾

''اے غیب کی خبریں بتانے والے! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر، اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ (یہ) اُن کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے''۔

اور سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوا،﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے''۔(آیت ١٠٧)

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت، دونوں کا ذکر قرآن عظیم میں ایک ساتھ بھی فرمایا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم میں سے چند کے سوا سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے''۔(النساء:۸۳)

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں اللہ کے فضل اور رحمت سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ اب سورہ یونس کی مذکورہ آیت پر غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ملنے کی وجہ سے خوشی منانے کا حکم دیا جارہا ہے۔

تفاسیر میں بعض اقوال موجود ہیں کہ اللہ کے فضل سے مراد اسلام ہے اور رحمت سے مراد قرآن ہے۔ ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں''۔(معارف القرآن)

اگر غور کیا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام اور قرآن، دونوں ہمیں رحمتِ عالم ﷺ ہی کے صدقے میں ملے ہیں اس لیے حضور ﷺ کی ذات ہر نعمت کی اصل ہے۔

دیوبندی عالم تھانوی صاحب نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے۔وہ رقمطراز ہیں،

(اگر فضل ورحمت سے مراد حضور ﷺ ہوں تو)''اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی، اوران میں قرآن بھی ہے، سب اس میں داخل ہوجائیں گی۔اس لیے کہ حضور ﷺ کا وجودِ باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی، اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا، پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہوجائے گی۔

پس اس تفسیر کی بناء پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمیں حق تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ حضور ﷺ کے وجودِ باجود پر (خواہ وجودِ نوری ہو یا ولادتِ ظاہری) اس پر خوش ہونا چاہیے۔اس لیے کہ حضور ﷺ ہمارے لیے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں۔

دوسری عام نعمتوں کے علاوہ افضل نعمت اور بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضور ﷺ سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔الغرض اصل الاصول تمام فضل ورحمت کی حضور ﷺ

کی ذاتِ بابرکات ہوئی۔پس ایسی ذاتِ بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو،کم ہے''۔(مجموعہ خطبات بنام میلادالنبی از مولانا اشرفعلی تھانوی:۱۲۰)

﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ خوشی منائیں:

فرمانِ الٰہی ہے،''(اے حبیب!) تم فرماؤ، اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) کے سبب انہیں چاہیے کہ خوشی منائیں، وہ (خوشی منانا) اُن سب چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں''۔(یونس:۵۸)

''کسی پیاری اور محبوب چیز کو پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اسے فرح کہتے ہیں۔ایمان والوں کو اللہ کے فضل ورحمت پر خوش ہونا چاہیے''۔(خزائن العرفان)

آیتِ مبارکہ میں رب کریم نے خوشی منانے کا مطلق حکم دیا ہے ﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ کسی خاص طریقے کا پابند نہیں کیا۔اس حکم میں بندوں کے لیے آسانی رکھی گئی ہے کہ وہ حسبِ استطاعت ہر جائز طریقے سے خوشی منائیں۔اہلِ ذوق خوب جانتے ہیں کہ جب دل کسی نعمت کے حاصل ہونے پر خوش ہوتا ہے تو وہ اس خوشی کے اظہار کے لیے شرعی حدود میں رہتے ہوئے کن طریقوں کو اختیار کرتا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور انسانی فطرت کے قریب ترین، خوشی کے اظہار کے تین معروف طریقے ہیں۔ایک یہ کہ انسان خوشی کے موقع پر کھانے پینے کا خاص اہتمام کرتا ہے اور اس خوشی میں اپنے اہلِ خانہ، قریبی عزیزوں اور احباب کو مدعو کرتا ہے۔ جب مہمان آتے ہیں تو خوشی کی مناسبت سے مبارکباد دیتے ہیں۔

دوسرا طریقہ آرائش اور چراغاں کا ہے۔انسان اپنی خوشی کے لحاظ سے خوشی کی جگہ کو سجاتا ہے، اور آرائش کے ساتھ چراغاں کرتا ہے۔آپ دیکھ لیجیے کہ کسی کے گھر شادی ہو یا کوئی اور خوشی کی تقریب، وہ گھر کو سجاتا ہے، چراغاں کرتا ہے اور مہمانوں کے لیے کھانے پینے کا خاص اہتمام کرتا ہے۔

تیسرا طریقہ بحیثیت مسلمان اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا ہے۔ بچہ کی ولادت کی خوشی ہو یا اولاد کی شادی کی، حج کی ادائیگی کی خوشی ہو یا امتحان میں کامیابی کی، ہر نعمت رب تعالیٰ کے فضل وکرم ہی کے سبب ملتی ہے لہٰذا اس کا شکر لازم ہے۔

پس مذکورہ آیت میں حکمِ الٰہی کی تعمیل میں ہر مسلمان کو چاہیے کہ جس قدر ممکن ہو سکے، خوشی کے اظہار کے لیے مذکورہ طریقوں کو بھی اپنائے لیکن ان کے ساتھ ساتھ آقا ومولیٰ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا تذکرہ اور آپ کے فضائل ومناقب سننے سنانے کا اور درود وسلام پڑھنے کا خاص اہتمام کرے۔ عید میلاد النبی ﷺ منانے کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ ہمارے دل آقا کریم ﷺ کی محبت سے روشن ہو جائیں اور ہماری زندگیاں آپ ﷺ کی سیرت کے سانچے میں ڈھل جائیں۔

میلادُ النبی ﷺ کا جلوس:

میلادُ النبی کی خوشی ظاہر کرنے کا ایک طریقہ جلوس نکالنا بھی ہے۔ جب آقا ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس خوشی میں اہلِ مدینہ نے جلوس نکالا۔

﴿فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾

تو تمام مرد اور عورتیں اپنے اپنے مکانوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور غلام راستوں میں نعرے لگا رہے تھے، یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ۔ (مسلم باب الہجرۃ)

اس موقع پر بنونجار کی بچیوں نے خوشی کے گیت گائے اور حضور ﷺ نے بھی ان سے محبت کا اظہار فرمایا۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام بارگاہِ نبوی میں حاضری دیتے ہیں۔ یہ فرشتوں کے جلوس کا اہتمام ہے۔

جلوس میں ڈھول، میوزک اور رقص وغیرہ جائز نہیں۔ نعت خوانی، درود وسلام اور وعظ کا اہتمام ہو اور باجماعت نماز کی پابندی ہر صورت کی جائے۔

نعمت کا شکر واجب ھے:

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بیشمار نعمتیں عطا فرمائیں مگر کسی نعمت کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ میں نے تم پر بڑا احسان کیا کہ یہ نعمت عطا فرمائی۔ البتہ ایک نعمت ایسی عظیم الشان ہے کہ رب کریم نے قرآن کریم میں بطورِ خاص ارشاد فرمایا،

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ (اٰلِ عمران:۱۶۴)

”بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے“۔ (کنزالایمان)

اس آیت مقدسہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت رسولِ معظم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے نیز حضور ﷺ کا مبعوث فرمانا رب کریم کا بڑا فضل ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت مبارکہ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا، اللہ کی قسم! وہ کفار قریش ہیں اور عمرو نے کہا، وہ کفار قریش ہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کی نعمت ہیں۔ (بخاری کتاب المغازی)

اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہر مومن پر لازم ہے اور اس کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ نعمت کا ذکر کرنا، ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾

”اور اللہ کی نعمت یاد کرو جو اس نے تم کو عطا کی“۔ (المائدہ:۷)

اس نعمت سے مراد وہ عظیم الشان رسول ہیں جو عطا فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۔ نعمت کا چرچا کرنا، ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

”اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو“۔ (الضحیٰ:۱۱، کنزالایمان)

نعمت کا ذکر اور اس کی یاد اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے جبکہ تحدیثِ نعمت کا مفہوم یہ ہے کہ اس نعمت کا زیادہ سے زیادہ لوگوں میں چرچا کیا جائے۔ محافلِ میلاد، جلسوں اور

جلوسوں کا انعقاد نیز بینرز اور چراغاں چرچا کرنے ہی کی چند صورتیں ہیں۔

آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، ﴿اَلتَّحَدُّثُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ شُكْرٌ وَّ تَرْكُهَا كُفْرٌ﴾
''اللہ کی نعمت کا چرچا کرنا شکر ہے اور اس کا چرچا نہ کرنا، ناشکری ہے''۔ (مسند احمد)

ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت ہیں اور ان کی دنیا میں تشریف آوری کا زیادہ سے زیادہ لوگوں میں چرچا کر کے رب کا شکرادا کرنا حکمِ الٰہی کی تعمیل ہے۔ اسی لیے دنیا بھر کے مسلمان میلاد النبی ﷺ کے مہینے میں محافل، بینرز اور چراغاں کے ذریعے اس نعمت کا چرچا کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ عیدِ میلادُ النبی ﷺ منانا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلانا بھی ہے، اُس کی نعمتِ عظمیٰ کا چرچا کرنا بھی اور اس نعمتِ کبریٰ کے ملنے کی خوشی منانا بھی۔

میلاد منانے پر محدثین کی دلیل:

صحیح بخاری میں ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھا اور پوچھا، مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا؟ ابولہب نے کہا، تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اسکے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں کیونکہ میں نے محمد (ﷺ) کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ (بخاری جلد دوم کتاب النکاح)

امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جب حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی کی وجہ سے ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اسکے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے حالانکہ اسکی مذمت میں قرآن نازل ہوا تو حضور ﷺ کے مومن امتی کا کیا حال ہوگا جو میلاد کی خوشی میں حضور ﷺ کی محبت کے سبب مال خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی، اسکی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے فضل و کرم سے جنتِ نعیم میں داخل فرما دے''۔

(مواہب الدنیہ ج۱:۲۷، الحاوی للفتاویٰ ج۱:۱۹۶، ماثبت بالسنۃ:۱۵۵)

امام ابن حجرؒ کی دلیل:

حافظ الحدیث امام ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا،

میرے نزدیک محفلِ میلاد کی اصل یہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود عاشورہ (۱۰ محرم) کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ اچھا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات دی اور فرعون کو غرق کیا۔ اس دن موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے میں روزہ رکھا لہٰذا ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا،

﴿فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ﴾ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ کتاب الصوم)

ہم تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کے کسی احسان کی وجہ سے عملی طور پر شکرادا کرنا چاہیے۔ حضورِ اکرم رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا سجود، روزہ، صدقہ، تلاوت وغیرہ مختلف عبادات سے شکرادا کیا جا سکتا ہے۔ (نشر الدرر علی مولد ابن حجر، رسائلِ میلاد:۴۷)

امام سیوطیؒ کی دلیل:

حافظ الحدیث امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر (میلاد کی) ایک اور دلیل ظاہر ہوئی۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔ حالانکہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے کہ اس نے آپ کو رحمۃ اللعالمین بنایا اور امت کے لیے اپنی ولادتِ پاک پر شکرِ الٰہی بجالانے کے لیے یہ فعل کیا۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ میلاد شریف کے ایام میں محافل منعقد کریں، کھانا کھلائیں اور جائز طریقوں سے خوشی ظاہر کر کے رب کا شکر ادا کریں۔

(حسن المقصد فی عمل المولد، رسائلِ میلاد: ۱۸۸)

محفلِ میلاد، صحابہ کی سنت:

محفلِ میلاد منعقد کرنے کی ایک واضح دلیل یہ حدیث ہے جسے امام مسلم، نسائی، بیہقی اور طبرانی رحمہم اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام مسجد میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ذکر میں مشغول تھے کہ حضور ﷺ وہاں تشریف لائے اور فرمایا،

﴿مَا اَجْلَسَکُمْ﴾ تم یہاں کس لیے بیٹھے ہو؟ یہ جلسہ کیسا ہے؟ عرض کی،

﴿جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا﴾

''ہم اللہ کے ذکر اور اس کے شکر کے لیے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اس کے ذریعے ہم پر احسان فرمایا۔ نسائی اور طبرانی میں یہ الفاظ ہیں،

﴿جَلَسْنَا نَدْعُ اللّٰہَ وَنَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِدِیْنِہٖ وَمَنَّ عَلَیْنَا بِکَ﴾

''ہم اس لیے جمع ہوئے کہ اللہ کو پکاریں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں اپنے دین کی ہدایت عطا کی اور آپ کو بھیج کر ہم پر بڑا احسان فرمایا''۔

صحیح مسلم کی روایت ﴿وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا﴾ اور سنن نسائی وطبرانی وبیہقی کی روایت ﴿وَمَنَّ عَلَیْنَا بِکَ﴾ میں کوئی فرق نہیں، انکا مفہوم ایک ہی ہے کیونکہ اسلام بھی نبی کریم ﷺ ہی کے ذریعے ملا ہے۔ یہی مضمون قرآن کریم میں موجود ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا﴾ (اٰلِ عمران: ۱۶۴)

''بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں عظیم رسول بھیج دیا''۔ بقول شاعر،

بن کے جانِ چمن آپ کیا آ گئے، پھول کلیوں کو بھی تازگی مل گئی
بے سہاروں کو بھی مل گیا آسرا، غم کے ماروں کو بھی زندگی مل گئی
جن کا کوئی نہ تھا ان کو آقا ملا، سارے شاہوں فقیروں کو داتا ملا
میرے آقا کے صدقے خدا کی قسم! ہم فقیروں کو بھی سروری مل گئی

مفہوم یہ ہے، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی تشریف آوری سے قبل ہم گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ آپ نے ہمیں کفر کی تاریکی سے نکال کر صراطِ مستقیم پر گامزن کیا، ذلت کی پستی سے نکال کر عزت وشرف کی مسند پر بٹھایا۔ اے ہمارے کریم آقا! آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے جو ہماری قسمت جاگی ہے اور ہمارے نصیب چمکے ہیں، ہم اس کو یاد کر کے اپنے رب کا شکر ادا کر رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری آمد کی یاد میں بیٹھنا بھی کوئی کام ہے، تم قرآن پڑھو، نوافل پڑھو۔ بلکہ فرمایا، تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم اسی لیے یہاں بیٹھے ہوئے ہو؟

صحابہ نے عرض کی، ﴿وَاللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَالِکَ﴾

''اللہ کی قسم! ہم اسی لیے یہاں بیٹھے ہیں''۔

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں خیال آئے کہ حلف وہ لیتا ہے جسے شک ہو۔ اگر حضور ﷺ جانتے تھے کہ صحابہ سچ کہہ رہے ہیں تو پھر حلف لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس شک کو دور کرنے کے لیے آقا کریم ﷺ نے فرمایا،

﴿اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَّکُمْ وَلٰکِنَّہٗ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلَائِکَۃَ﴾

''میں نے تمہیں تہمت (بدگمانی) کی وجہ سے قسم نہیں دی۔ اصل بات یہ ہے کہ ابھی جبریلِ امیں نے میرے پاس آ کر یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس محفل کی وجہ سے تم لوگوں پر ملائکہ کے مجمع میں فخر فرمارہا ہے''۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر، نسائی کتاب آداب القضاۃ، طبرانی کبیر ج ۱۹: ۳۱۱)

گویا بالفاظِ دیگر، اے میرے صحابہ! تمہاری یہ محفلِ میلاد رب کو اتنی پسند آئی ہے کہ اس نے سیدُ الملائکہ کو تمہارے لیے تبرک دیکر بھیج دیا۔ وہ تبرک دینے سے پہلے میں تم سے اقرار کروارہا تھا کہ واقعی تمہاری مجلس کا مقصد میری آمد پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہی تھا۔ جبریلِ امیں مجھے تمہارے لیے یہ تحفہ دیکر گئے ہیں کہ فرشِ زمیں پر محفلِ میلاد سجانے والوں کو ان کا رب عرشِ بریں پر یاد فرمارہا ہے اور ملائکہ کے سامنے ان پر فخر فرما رہا ہے کہ اے فرشتو! دیکھو یہ ہیں ایمان والے! میں نے اپنے محبوب کو بھیج کر جو انہیں نوازا تھا، یہ اُس دن کو یاد کر کے آج بھی میرا شکر ادا کر رہے ہیں۔ یہ احسان فراموش نہیں بلکہ آج بھی میرا احسان یاد رکھے ہوئے ہیں۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا، تجھے حمد ہے خدایا

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کے حوالے سے محفل منعقد کرنا اور رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ایسا مبارک کام ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے ان لوگوں پر فخر فرماتا ہے۔ ہم اسی محفلِ میلاد کے قائل ہیں جس کی تصدیق رسولِ کریم ﷺ نے کی ہے اور جس کی تائید ربِ عظیم نے فرمائی ہے، اور جس کا انعام لے کر جبریلِ امیں نازل ہوئے ہیں اور رحمتِ عالم ﷺ نے اس انعام کو تقسیم فرمایا ہے۔

مقامِ غور ہے کہ جس وقت سیدُ الملائکہ جبریلِ امیں یہ انعام لے کر اترے، اُس وقت صحابہ کرام کیا کر رہے تھے۔ بلاشبہ صحابہ کرام کی زندگیوں کا ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں بسر ہوا۔ مگر جس وقت آقا و مولیٰ ﷺ نے اس انعام کا اعلان فرمایا، اُس وقت صحابہ کرام نماز میں تھے نہ طواف میں، بدر میں

تھے نہ اُحد میں، قیام میں تھے نہ جہاد میں، بلکہ وہ تو محفلِ میلاد میں تھے۔

الحمدللہ! ہم اہلسنت صحابہ کرام کے وارث ہیں اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہم صحابہ والی محفلِ میلاد منعقد کرتے ہیں۔ اور محفلِ میلاد کا جو سلسلہ صحابہ کرام نے شروع کیا تھا، ہم آج بھی اسے جاری رکھے ہوئے ہیں۔

محفلِ میلاد اور نعت خوانی:

محفلِ میلاد کا انعقاد صحابہ کرام کا معمول تھا۔ تبوک سے واپسی پر حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے نعت سنانے کی اجازت چاہی۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا، اللہ تمہارے منہ کو ٹھنڈا رکھے۔ سناؤ کیا سنانا چاہتے ہو۔ انہوں نے مسجد نبوی میں ہزاروں صحابہ کے مجمع میں طویل نعت سنائی جس کے چند اشعار یہ ہیں،

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِيْ مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

''یارسول اللہ ﷺ! آپ اپنے آباء واجداد کی اصلاب وارحام میں اُس وقت سے پاکیزہ رہے جب آدم علیہ السلام جسم پر پتے لپیٹتے تھے''۔

پھر وہ حضور ﷺ کے نور کے سفر کو بیان کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے کہ جب آپ کا نور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا۔ وہ کہتے ہیں،

وَرَدْتَّ نَارَ الْخَلِيْلِ مُسْتَتِرًا فِيْ صُلْبِهٖ اَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

''میرے آقا! آپ خلیل علیہ السلام کی پشت میں پوشیدہ ہو کر نارِ نمرود میں اترے۔ جب آپ اُن کی پشت میں تھے تو وہ آگ انہیں کیسے جلاتی''۔

گویا ﴿یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا﴾ ''اے آگ ٹھنڈی ہوجا'' کا اہتمام اسی لیے تھا۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَّ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَ تْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

''میرے آقا! آپ کی شان یہ ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ساری زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے زمین ہی نہیں بلکہ آسمان بھی منور اور روشن ہوگیا''۔

فَنَحۡنُ فِیۡ ذٰلِکَ الضِّیَاءِ وَفِیۡ   النُّوۡرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخۡتَرِقُ

''میرے آقا! پس ہم اس روشنی اور اس نور میں ہدایت کے راستوں پر گامزن ہیں''۔(دلائل النبوۃ ج۵:۶۸،خصائص الکبریٰ ج۱:۳۹،مواہب الدنیہ ج۳:۸۵)

رسولِ معظم ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے کہ اللہ کے رسول کی طرف سے کافروں کو شعر پڑھ کر جواب دو۔ پھر دعا فرماتے، ﴿اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ اے اللہ! روحِ قدس کے ذریعے حسان کی مدد فرما۔(بخاری باب الشعر فی المسجد)

حبیبِ کبریا ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر بچھاتے جس پر کھڑے ہوکر وہ نعت کی صورت میں آقا کریم ﷺ کے فضائل فخریہ بیان کرتے۔(شمائل ترمذی باب صفۃ کلام رسول اللہ ﷺ)

ایسے ہی ایک محفل میلاد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یوں آپ کا میلاد پڑھا،

وَاَحۡسَنَ مِنۡکَ لَمۡ تَرَقَطُّ عَیۡنٌ   وَاَجۡمَلَ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءُ

خُلِقۡتَ مُبَرَّاءً مِّنۡ کُلِّ عَیۡبٍ   کَاَنَّکَ قَدۡ خُلِقۡتَ کَمَا تَشَآءُ

''اے میرے آقا! آپ جیسا حسین کسی آنکھ نے دیکھا نہیں۔ اور آپ جیسا خوبصورت کسی ماں نے جنا نہیں۔ آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے۔ گویا آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا ہے''۔

یہ ہے حضور ﷺ کے سامنے صحابی کا میلاد پڑھنا۔ کیا مومن کو یہ دلیل کافی نہیں؟؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں نعت پڑھنے والے صحابہ کی تعداد 160 بیان کی ہے اور 12 صحابیات بھی بارگاہِ نبوی میں نعت پڑھا کرتی تھیں۔(مدارج النبوۃ ج۲:۲۶۹)

بارگاہِ رسالت میں نعت کے نذرانے پیش کرنا ائمہ دین وصالحین کا بھی ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ ائمہ اہل بیت اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قصیدے مشہور ہیں مگر جو

مقبولیت امام بوصیری رحمہ اللہ کے قصیدہ بردہ کو حاصل ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضور ﷺ نے خود اس قصیدے کو پسند کیا اور امام بوصیری کو اپنی چادر عطا فرمائی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ ہر وقت حضور ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں، صحابہ کرام صبح وشام رسولِ کریم ﷺ کا ذکر کیا کرتے، پس خوش نصیب ہیں وہ جو اپنے آقا کریم ﷺ کے ذکر کی محافل سجا کر اپنا نصیب چمکاتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبی کریم ﷺ کی نظرِ کرم انہی علماء اور نعت خوانوں پر ہوتی ہے جو کسی لالچ کے بغیر محض اخلاص سے آقا کریم ﷺ کی تعریف کرتے ہیں۔ مروجہ محافلِ نعت جن میں پیشہ ور نعت خواں معاوضہ طے کرکے بلائے جاتے ہیں، جن کی تشہیر اور عمرے کے ٹکٹ پر لاکھوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں، یہ محافل چند وجوہ کی بناء پر بُری بدعت کے زمرے میں آتی ہیں۔

ایک یہ کہ لوگ مساجد اور مدارس کی تعمیر وانتظام سے غافل ہوکر انہی محافل کے انعقاد پر مال خرچ کرنے کو فوقیت دیتے ہیں جو کہ دینی فرائض سے غفلت کا سبب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شوبز کی طرح خلافِ شرع صورتوں والے پیشہ ور نعت خوانوں کی ''عزت افزائی'' علماءِ حق سے زیادہ دیکھ کر دینی مدارس کے طلباء عالم بننے پر نعت خواں بننے کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ مزید ستم یہ کہ نعت خوانی میں میوزک اور جھانج والے دف کا استعمال اسے حرام تک پہنچا دیتا ہے۔ بقول اقبالؔ،

یہ امت روایات میں کھوگئی   حقیقت خرافات میں کھوگئی

نبی کریم ﷺ سے محبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ﴿فَاتَّبِعُوۡنِیۡ﴾ (میری پیروی کرو) کے حکم پر عمل کرتے ہوئے حضور ﷺ کی تعلیمات کی پیروی کی جاتی اور ﴿بَلِّغُوۡا عَنِّیۡ وَلَوۡ اٰیَۃً﴾ (مجھ سے لیکر لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کا علم ہو) اس حکم کے مصداق دین کا علم لوگوں تک پہنچانے کا زیادہ اہتمام کیا جاتا، مگر افسوس! ایک مستحب

کام پر لاکھوں کا خرچ اور مساجد و مدارس کے اہتمام پر چند ہزار خرچ کرنا دشوار۔

ہاں! جو لوگ اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے مساجد و مدارس پر بھی خرچ کرتے ہیں اور وہ دینی علوم کی اشاعت کا بھی بھرپور اہتمام کرتے ہیں، ایسے لوگ اگر محفلِ نعت کا اہتمام کریں اور اس میں مخلص نعت خواں اور علماء کو بلائیں نیز نعت خوانی کو دف اور میوزک سے پاک رکھیں تو یہ عمل یقیناً بدعتِ حسنہ قرار پائے گا۔

اسلام کی پہلی عید:

بعض لوگ یہ وسوسہ اندازی کرتے ہیں کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں لہٰذا تیسری عید منانا حرام ہے (معاذ اللہ)۔ یہ نظریہ دین سے جہالت پر مبنی ہے۔

عید کے لغوی معنی ہیں، وہ دن جو بار بار لوٹ کر آئے۔ اصطلاحی طور پر عید کا لفظ ہر خوشی کے دن کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ امام طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

وَيُطْلَقُ عَلٰى كُلِّ يَوْمِ مَسَرَّةٍ وَّلِذَا قِيْلَ:

عِيْدٌ وَّعِيْدٌ وَّعِيْدٌ صِرْنَ مُجْتَمَعَةً   وَجْهُ الْحَبِيْبِ وَيَوْمُ الْعِيْدِ وَالْجُمُعَةِ

''عید کا اطلاق ہر خوشی والے دن پر ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا کہ تین عیدیں جمع ہو گئیں۔ حبیب کے دیدار کا دن، عید کا دن اور جمعہ کا دن۔ (حاشیہ طحطاوی:۲۸۸)

محدث علی قاری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، ''ہر اجتماع جو خوشی کے لیے منعقد کیا جائے، وہ عربوں کے نزدیک عید ہے''۔ (مرقاۃ ج۳:۵۲۸)

اب لفظ ''عید'' کے اطلاق سے متعلق قرآن کریم سے دلیل لیجیے۔ ارشاد ہوا،

﴿قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا﴾ (المائدہ:۱۱۴)

''عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک (کھانے کا) خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی''۔

صدرُ الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

''یعنی ہم اسکے نزول کے دن کو عید بنائیں، اسکی تعظیم کریں، خوشیاں منائیں، تیری عبادت کریں، شکر بجالائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید بنانا اور خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا اور شکر بجالانا صالحین کا طریقہ ہے اور کچھ شک نہیں کہ سیدِ عالم ﷺ کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے اسلیے حضور ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکرِ الٰہی بجالانا اور اظہارِ فرح اور سُرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے''۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اسلام میں کتنی عیدیں ہیں، اس بارے میں احادیث مبارکہ ملاحظہ کیجیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ تلاوت فرمائی تو ایک یہودی نے کہا، اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ اس پر آپ نے فرمایا، یہ آیت جس دن نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں؛ عیدِ جمعہ اور عیدِ عرفہ۔ (ترمذی ابواب تفسیر القرآن)

بخاری میں یہی مفہوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشاد ہے، عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایامِ تشریق مسلمانوں کے عید کے دن ہیں اور وہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ (ترمذی ابواب الصوم)

معلوم ہوا کہ ہر جمعہ کا دن، عرفہ کا دن، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور اس کے بعد کے تین دن، یہ سب عید کے دن ہیں۔ اسطرح سال میں تقریباً 58 عیدیں ہو گئیں۔

پس قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جس دن کوئی خاص نعمت نازل ہو، اس دن عید منانا جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب نبی عیسیٰ علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ چونکہ عیدِ جمعہ، عیدِ عرفہ، عیدُ الفطر اور عید الاضحیٰ حضور ﷺ ہی کے صدقے

میں ملی ہیں اس لیے آپ کا یومِ میلاد بدرجہ اولیٰ ''عید'' قرار پایا، لہٰذا عید میلاد النبی ﷺ کو اسلام کی پہلی عید اور سب عیدوں کی عید کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

عیدِ میلاد پہ ہوں قربان ہماری عیدیں
کہ اسی عید کا صدقہ ہیں یہ ساری عیدیں

ربیع الاول کے ایام کے لیے اکابر ائمہ ومحدثین نے ''عید'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔
شارح بخاری امام قسطلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں،
﴿فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَاءً اتَّخَذَ لَيَالِيَ شَهْرِ مَوْلِدِهِ الْمُبَارَكِ اَعْيَادًا﴾
''پس اللہ تعالیٰ اُس بندے پر رحم فرمائے جس نے آقا کریم ﷺ کے میلاد کے مبارک مہینے کی راتوں کو عید بنالیا''۔ (مواہب الدنیہ ج۱:۲۷)
شیخ فتح اللہ بنانی مصری رحمہ اللہ شبِ میلاد کی فضیلت وعظمت بیان کرتے ہوئے اسلاف کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں، ﴿يَجِبُ عَلٰى اُمَّةٍ الَّتِيْ رَفَعَهَا اللّٰهُ بِهٖ عَلَى الْاُمَمِ اَنْ يَّتَّخِذُوْا لَيْلَةَ وِلَادَتِهٖ عِيْدًا مِّنْ اَكْبَرِ الْاَعْيَادِ﴾
''اس دن کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دیگر امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اس لیے امت پر واجب ہے کہ وہ میلاد النبی ﷺ کی رات کو سب عیدوں سے بڑی عید کے طور پر منائیں''۔ (مولد خیر خلق اللہ:۱۶۵ بحوالہ اعتراضات کا علمی محاسبہ)
مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی لکھا ہے،
''جس کو حضرت (ﷺ) کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے، وہ مسلمان نہیں''۔ (الشمامۃ العنبریہ:۱۳)

تاریخ اسلام میں جشن میلاد النبی ﷺ:

مشہور محدث امام ابن جوزی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۹۶ھ) فرماتے ہیں،
''مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، یمن، شام اور تمام عالمِ اسلام کے لوگ مشرق سے مغرب تک ہمیشہ سے حضورِ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے موقع پر محافلِ میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ ﷺ کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجرِ عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں''۔ (المیلاد النبوی:۵۸)
غور فرمائیے، یہ چھٹی صدی ہجری کے عظیم محدث کی گواہی ہے کہ ہمیشہ سے تمام مسلمان میلاد النبی ﷺ کی خوشی مناتے رہے ہیں۔
امام قسطلانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں، ''رسول کریم ﷺ کے میلاد کے مہینے میں مسلمان ہمیشہ محافلِ میلاد منعقد کرتے ہیں، دعوت کا اہتمام کرتے ہیں، میلاد کی راتوں میں صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور خوشی ظاہر کرتے ہیں''۔ (مواہب الدنیہ ج۱:۲۷)
امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں، ''میرے نزدیک میلاد کے لیے اجتماع تلاوتِ قرآن، حیاتِ طیبہ کے واقعات اور میلاد کے وقت ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ،...... ان بدعاتِ حسنہ میں سے ہے جن پر ثواب ملتا ہے کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی تعظیم اور آپ کی ولادت پر خوشی کا اظہار ہے''۔
(حسن المقصد فی عمل المولد فی الحاوی للفتاویٰ ج۱ص۱۷۹)
علامہ ابوالحسن زید فاروقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''امت محمدیہ کے واسطے یقیناً آپ کے یومِ ولادت سے بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن کوئی نہیں ہے۔ شبِ نصف ماہِ شعبان، شبِ قدر، عید الفطر اور عیدِ قرباں سبھی اس مبارک دن پر جو کہ عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے، قربان رہیں۔ آپ ہی کے طفیل سے یہ مبارک ایام دیکھنے کو ملے''۔
(خیر المورد فی احتفال المولد، رسائلِ میلادِ مصطفیٰ:۵۳۵)

میلاد النبی ﷺ کی برکتیں:

محدثین کرام کے مذکورہ بالاحوالوں سے واضح ہوگیا کہ ایمان والے ہر دور میں نبی

کریم ﷺ کے میلاد کے مہینے میں محافلِ میلاد منعقد کیا کرتے اور میلاد کی خوشی میں کھانا کھلاتے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے خاندان کا بھی یہی معمول تھا۔

شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی (والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہما اللہ) فرماتے ہیں کہ میں ہر سال میلاد شریف کے دنوں میں کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلایا کرتا تھا۔

ایک سال قحط کی وجہ سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا تو میں نے وہی چنے تقسیم کر دیے۔رات کو خواب میں آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھا کہ وہی بھنے ہوئے چنے سرکارِ دوعالم ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ بیحد خوش اور مسرور ہیں۔(الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص ۸)

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''محفلِ میلاد کی یہ برکت مجرب ہے کہ اسکی وجہ سے سارا سال امن رہتا ہے اور ہر مراد جلد پوری ہوتی ہے''۔(مواہب لدنیہ ا:۲۷)

علامہ سید احمد عابدین دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

''محفلِ میلاد کا انعقاد اس محفل کو منعقد کرنے والے کے لیے شفاعت کا سبب بن جائے گا اگرچہ اس کی محبت کا مرتبہ و مقام ان حضرات کی محبت کے برابر نہیں جو دوسروں کے لیے شفاعت کریں گے۔ایسا شخص نبی کریم ﷺ کی حدیث ﴿اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ﴾ (آدمی قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی) کا مصداق تو ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہر ایسے مسلمان پر رحمت فرمائے جو میلاد النبی ﷺ کے مہینے میں راتوں کو محفل منعقد کرتا ہے اور اسے ''عید'' کی طرح مناتا ہے''۔

(نثر الدرر علیٰ مولد ابن حجر، رسائلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ:۵۰)

علامہ ابوالحسن زید فاروقی رحمہ اللہ اپنے رسالے ''خیر المورد'' میں لکھتے ہیں،

جو کچھ بھی ائمہ دین نے کہا ہے، اس سے کہیں زیادہ خیر و برکت میلاد شریف منعقد کرنے میں ہے۔یقیناً حضور کے ذکرِ خیر سے دلوں میں آپ کی محبت اور تعظیم پیدا

ہوتی ہے اور آپ ہی کی محبت اصل اصولِ ایمان اور روح و راحتِ جسم و جاں ہے۔

میلاد منانا سنتِ رسول ﷺ ہے:

بعض کم فہم یہ کہتے ہیں، کیا حضور ﷺ نے اپنا میلاد منایا، کیا صحابہ نے میلاد منایا؟

الحمد للہ! حضور ﷺ نے اپنا میلاد ہر ہفتے روزہ رکھ کر منایا اور اس طرح امت کو نفل عبادت کے ذریعے میلاد منانے کی ترغیب دی۔حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ ہر پیر کے دن روزہ رکھتے۔آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا،

﴿فِيهِ وُلِدْتُ وَفِيهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ﴾ (صحیح مسلم کتاب الصیام)

''اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی''۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنے میلاد کی خوشی میں اور ان نعمتوں پر رب کریم کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے۔اس سے ثابت ہوا کہ میلاد النبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی سنت ہے۔اور رب کریم کا شکر کسی بھی نفل عبادت سے ادا کیا جائے خواہ روزہ ہو یا صدقہ خیرات یا محفل کا انعقاد۔

آقا و مولیٰ ﷺ نے اپنا میلاد، صحابہ کرام کی محفل میں یوں بیان فرمایا،

﴿سَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَآءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ﴾

''میں تمہیں اپنے ابتدائی معاملے (یعنی میلاد کی ابتدا) کی خبر دیتا ہوں۔میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اور اپنی والدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے لیے ایک ایسا نور نکلا جس سے انہیں ملک شام کے محلات نظر آ گئے''۔

(مشکوٰۃ باب فضائلِ سید المرسلین ﷺ)

ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی کے منبر پر اپنا میلاد یوں بیان فرمایا،

''میں محمد ﷺ ہوں، عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا (یعنی انسان بنایا)، پھر انسانوں کے دو گروہ بنائے تو مجھے بہترین گروہ (عرب) میں رکھا، پھر عرب کے کئی قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ (قریش) میں رکھا، پھر قریش کے کئی خاندان بنائے تو مجھے بہترین خاندان (بنو ہاشم) میں پیدا فرمایا، پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے بہتر ہوں اور گھرانے کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوں''۔ (ترمذی ابواب المناقب)

ایک روز صحابہ کرام سابقہ انبیاء کرام کے فضائل کا ذکر کر رہے تھے کہ آقا و مولیٰ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا، بیشک سب انبیاء کرام ایسی ہی شان والے تھے، اور آگاہ رہو کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین، ملخصاً)

امام ترمذیؒ نے ایک باب کا عنوان ہی ''مَا جَاءَ فِیْ مِیْلَادِ النَّبِیِّ ﷺ'' رکھا ہے اور اس میں یہ حدیث پاک روایت کی ہے۔ حضرت قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

﴿وُلِدْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَامَ الْفِیْلِ﴾

''میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے''۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت قباث بن اُشیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا،

''عمر میں آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟'' انہوں نے فرمایا،

﴿رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَا اَقْدَمُ مِنْہُ فِی الْمِیْلَادِ﴾

''بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہی ہیں اور میں میلاد النبی سے پہلے پیدا ہوا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے میلاد کا ذکر کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا اپنی ولادت اور اپنے فضائل بیان کرنا تو کئی احادیث میں موجود ہے۔ صحابہ کا میلاد منانا پہلے مذکور حدیث سے ثابت ہے۔ صحابہ کا تلاوت کرنا اور نعتیں پڑھنا بھی کئی احادیث میں آیا ہے اور یہی محفلِ میلاد کے بنیادی اجزاء ہیں۔

محدث علی قاری کا ذوق:

امام ابو اسحاق ابراہیم بن جماعۃ رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں میلاد النبی ﷺ کے موقع پر کھانا تیار کرا کے لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے، ''اگر میرے بس میں ہوتا تو پورے مہینے ہر دن محفلِ میلاد کا اہتمام کرتا''۔

یہ لکھ کر محدث علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ جب میں ظاہری دعوت کرنے سے عاجز ہوں تو میں نے (میلاد شریف پر) یہ کتاب لکھ دی تاکہ یہ معنوی نوری ضیافت ہو جائے اور زمانہ کے صفحات پر ہمیشہ قائم رہے اور سال کے کسی مہینے سے مخصوص نہ ہو۔ میں نے اس کا نام ''المورد الروی فی مولد النبی ﷺ'' (میلاد النبی ﷺ کے ذریعے پیاسے کی سیرابی) رکھا ہے۔ (المورد الروی، رسائلِ میلاد: ۲۹۴)

محفلِ میلاد...... فرضِ کفایہ ہے:

مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمہ اللہ جن کا مکۃ المکرّمہ میں مدرسہ صولتیہ مشہور ہے، فرماتے ہیں، ''عقیدہ یہ ہے کہ انعقادِ مجلسِ میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو، بلکہ روایاتِ صحیحہ کے موافق ذکرِ معجزات اور ذکرِ ولادت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیا جائے اور اس کے بعد طعام یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے، اس میں کچھ حرج نہیں۔......

ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے ذکر کی ہیں، اس وقت میں فرضِ کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ ایسی محفل کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف سے، جو تعصب سے کہتے ہیں، ہرگز التفات نہ کریں''۔ (خیر المورد فی احتفال المولد، رسائل میلاد: ۵۵۰)

علامہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی رحمہ اللہ مزید رقمطراز ہیں، میرے والد گرامی حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ فاروقی مجددی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا، پہلے تین قرون میں میلاد

شریف کی خوشی اس طرح پر نہیں تھی؟ آپ نے فرمایا،

''اُس وقت مسلمان کو گھر میں بیٹھنے کی فرصت کہاں تھی۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ، تبلیغِ اسلام اور دیگر بڑے بڑے کام کرنے میں مصروف تھے۔ اب وہ کام کہاں ہیں۔ لوگ غفلت میں پڑ گئے ہیں، اس لیے ہمارے نزدیک اپنے نبی کریم ﷺ کے حالات و معجزات اور ہر وقت کی دعاؤں کا معلوم کرنا صرف مستحب ہی نہیں بلکہ قریب قریب واجب اور فرض کے ہے''۔ (خیر المورد فی احتفال المولد، رسائلِ میلاد: ۵۶۰)

کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھنا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

''بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے پر، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔ (الاحزاب: ۵۶)

مفکرِ اسلام پیرِ طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری حفظہ اللہ فرماتے ہیں،

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حبیبِ کبریا ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو بیٹھنے یا کھڑے ہونے سے پاک ہے کیونکہ یہ مخلوق کی صفات ہیں البتہ قرآن بتاتا ہے، ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴾ فرشتے صفیں بنا کر کھڑے ہیں، اور اس غیب بتانے والے نبی پر درود وسلام بھیج رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ شمعِ رسالت کے پروانے اپنے آقا کریم ﷺ پر درود و سلام کے لیے کھڑے ہوا کریں گے اس لیے پہلے ہی فرما دیا۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (المجادلۃ: ۱۱)

''اور جب کہا جائے کہ اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ جاؤ، اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور

اُن کے جن کو علم دیا گیا، درجے بلند فرمائے گا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے''۔

صحابہ کرام سے لیکر آج تک تمام مسلمان مواجہہ اقدس میں کھڑے ہوکر ہی درود و سلام پیش کرتے آئے ہیں۔ محبت اور تعظیم سے کھڑے ہونا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کی سنت ہے۔ آقا کریم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کھڑے ہوتے اور وہ آپ کے لیے کھڑی ہوتی تھیں۔ (ابوداؤد)

آپ کا زید بن حارثہ، حضرت جعفر، عکرمہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے قیام فرمانا کتبِ سیرت میں مذکور ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے صحابہ کو تعظیماً کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب القیام)

صحابہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مجلس سے کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہوجاتے یہانتک کہ ہم دیکھتے کہ حضور ﷺ اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل ہوگئے ہیں۔ (مشکوٰۃ باب القیام)

محدثین کا بطور تعظیم کھڑے ہونا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾

''اور اس (رسول) کی تعظیم و توقیر کرو''۔ (الفتح: ۹)

مفتی سید محمد نعیم الدین قادری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''ذکرِ رسول ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا اسی میں داخل ہے''۔ (تفسیر خزائن العرفان)

کسی کے لیے دل میں محبت ہو تو اس کی تعظیم میں کھڑے ہونے کو دل چاہتا ہے اور اگر عداوت ہو تو اسے دیکھ کر قیام تو درکنار، سلام کرنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ اہلسنت بیٹھ کر بھی درود وسلام پڑھنے کے قائل ہیں اور اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں محبت و تعظیم کے اظہار کے طور پر کھڑے ہوکر بھی درود وسلام پڑھتے ہیں۔ اسکی ایک وجہ یہ بیان ہوئی کہ یہ ملائکہ اور صحابہ کی سنت سے ثابت ہے۔ ایک اور سبب یہ ہے

کہ یہ ائمہ دین، محدثین وصالحین کی بھی سنت ہے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نورِ مجسم ﷺ کے ذکر کے وقت قیام کرنا جلیل القدر محدث امام تقی الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۶ھ) سے ثابت ہے۔
یہ وہی امام ہیں جنہیں غیر مقلد عالم مولوی نذیر حسین دہلوی نے ''امامِ جلیل ومجتہد کبیر'' تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ انکے اجتہاد پر علماء کا اجماع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۶:۵۰۶)

امام سبکی رحمہ اللہ کے پاس جید علماء ومشائخ کا عظیم اجتماع تھا، اس محفل میں کسی نے امام صرصری رحمہ اللہ کے نعتیہ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے،

''اگر بہترین کاتب چاندی کی تختی پر سونے کے پانی سے مصطفیٰ کریم ﷺ کی تعریف لکھے پھر بھی کم ہے، بیشک عزت وشرف والے لوگ آقا ومولیٰ ﷺ کا ذکرِ جمیل سن کر صف بستہ قیام کرتے ہیں یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہوجاتے ہیں''۔

یہ اشعار سن کر امام سبکی اور تمام علماء ومشائخ کھڑے ہوگئے، اُسوقت بہت سُرور اور سکون حاصل ہوا۔ علامہ حلبی نے فرمایا، ہمیں پیروی کے لیے اس قدر کافی ہے۔
(سیرتِ حلبیہ ج ۱ ص ۸۴، طبقاتُ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۰۸)

عارف باللہ مولانا سید جعفر برزنجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، بیشک حضور ﷺ کے ذکرِ میلاد کے وقت قیام کرنا اُن اماموں نے مستحسن سمجھا ہے جو صاحبِ روایت ودرایت تھے۔ تو خوشی ہواُسے جس کا مقصد نبی ﷺ کی تعظیم ہے۔ (عقد الجوہر: ۲۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال میں فسادِ نیت کا خدشہ ہے۔ البتہ میرا ایک عمل صرف تیری عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ میں محفلِ میلاد میں کھڑے ہوکر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت عاجزی، محبت وخلوص سے تیرے حبیب ﷺ پر درود بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر وبرکت نازل ہوتی ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحمین! مجھے کامل یقین ہے کہ میرا یہ عمل ضائع نہیں جائے گا بلکہ یقیناً قبول ہوگا''۔ (اخبارُ الاخیار: ۶۲۴)

اکابرینِ دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے اپنا معمول یوں بیان کیا ہے، ''فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفلِ مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہء برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں''۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ: ۵)

کیا یہ بات تعجب کا باعث نہیں کہ لوگ قومی ترانے پر کھڑے ہوتے ہیں، غیر مسلم ملکوں کے جھنڈوں کو سلامی دیتے ہیں، مہمانوں کی آمد پر کھڑے ہوجاتے ہیں مگر آقا کریم ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہونے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اللہ ہدایت دے، آمین۔

اعتراضات کے جوابات:

بعض لوگ میلاد منانے سے روکنے کے لیے عجیب اعتراضات کرتے ہیں جس کا باعث تنگ نظری اور تعصب ہے۔ ان کے مختصر جوابات قارئین کی نذر ہیں۔

1۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ ۱۲ ربیع الاول کا دن حضور ﷺ کے وصال کا دن بھی ہے اس لیے اس دن ولادت کی خوشی نہیں بلکہ وفات کا غم منانا چاہیے۔

جواب: امت کا اتفاق ہے کہ ۱۲ ربیع الاول آقا ومولیٰ ﷺ کی تاریخِ میلاد ہے۔ امام بخاری کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہما اللہ، صحیح اسناد کے ساتھ حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (سیرتِ ابن کثیر ج ۱: ۱۹۹)

تاریخِ اسلام کے پہلے سیرت نگار محمد بن اسحاقؒ لکھتے ہیں،
''رسول معظم نورِ مجسم ﷺ عام الفیل میں پیر کے دن ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیدا ہوئے''۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱: ۱۶۷، تاریخ طبری ج ۱: ۱۲۵)

بقول شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ''بارہ ربیع الاول کا قول مشہور اور جمہور کا ہے۔ اہلِ مکہ کا عمل بھی اس پر گواہ ہے کیونکہ وہ اسی رات نبی کریم ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کرتے ہیں اور محافلِ میلاد کا انعقاد کرتے ہیں''۔ (مدارج النبوۃ ج ۲:۱۴)

دوسری بات یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کسی بھی صورت حضور ﷺ کی تاریخِ وصال نہیں ہوسکتی۔ وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے حجۃ الوداع کا خطبہ نو ذی الحجہ کو عرفات میں جمعہ کے دن دیا۔ (بخاری)

یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کا وصال پیر کے دن ہوا۔ (ترمذی)

اب اگر ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں مہینے ۲۹ کے لگائیں یا ۳۰ کے یا دو ۲۹ اور ایک ۳۰ کا، یا دو ۳۰ اور ایک ۲۹ کا، کسی صورت میں بھی ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں آئے گا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں، ''رسولِ معظم ﷺ یومِ عرفہ کے بعد ۸۱ دن اس دنیا میں جلوہ افروز رہے''۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر دُرِ منثور، تفسیر عثمانی)

اگر اس روایت کے مطابق درمیانی مدت کا تعین کریں تو پھر تین ربیع الاول کے بعد کی کوئی تاریخ ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی لیے شبلی نعمانی نے تاریخ وفات یکم ربیع الاول لکھی ہے جبکہ اکثر علماء کے نزدیک آپکے وصال کی تاریخ دو ربیع الاول ہے۔ اگر بالفرض بارہ ربیع الاول یومِ وصال ہو بھی تو ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور زندہ کا سوگ نہیں ہوتا۔

غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، ﴿اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ﴾

''بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے، پس اللہ کے نبی زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ باب الجمعۃ، ابن ماجہ)

نورِ مجسم ﷺ کا ایک اور فرمانِ عالی شان ہے، ﴿مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ

اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ﴾

''جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے (یعنی میری توجہ سلام بھیجنے والے کی طرف ہو جاتی ہے) اور میں اُسے اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔ (مسند احمد، ابوداؤد، بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا،

﴿حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَتُحَدَّثُ لَکُمْ وَوَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اُعْمَالُکُمْ فَمَا رَاَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَمَا رَاَیْتُ مِنْ شَرٍّ اَسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ﴾

''میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے، تم احادیث بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے احادیث بیان کی جاتی ہیں، اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں۔ میں تمہاری نیکی دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، اور تمہارا کوئی برا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں''۔

یہ حدیث معنوی طور پر متواتر ہے، اسے ۱۴ صحابہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں، اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۹:۲۴)

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل و رحمت اور اس عظیم نعمت کی خوشی منانے کا حکم تو دیا ہے مگر کسی نعمت کے چلے جانے پر سوگ منانے سے منع فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے کسی کے انتقال پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع فرمایا ہے سوائے اُس عورت کے جس کا شوہر انتقال کر جائے۔ (بخاری، مسلم)

ہر سال خوشی کیوں؟

2۔ ہر سال خوشی کیوں مناتے ہو؟ کیا ہر سال حضور پیدا ہوتے ہیں؟ (معاذ اللہ)

جواب: حدیث شریف بخاری و مسلم کے حوالے سے مذکور ہو چکی کہ جب یہود

نے دس محرم کے روزے کی وجہ یہ بتائی کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی تھی، ہم اس شکرانے میں روزہ رکھتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ ہر سال موسیٰ علیہ السلام کو نجات دیتا ہے اور کیا فرعون ہر سال غرق ہوتا ہے؟ نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے ہر سال دس محرم کے روزے کا حکم کیوں دیا۔

یہ حدیث بھی مذکور ہوئی کہ حضور ﷺ ہر پیر کے دن روزہ رکھتے۔ سبب پوچھا گیا تو فرمایا، یہ میرے میلاد کا دن ہے اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ (مسلم)

سوال یہ ہے کہ کیا ہر پیر کے دن حضور ﷺ پیدا ہوتے ہیں نیز کیا ہر پیر کے دن آپ پر وحی آتی ہے؟ معترضین کا حال یہ ہے کہ ہر سال اپنے بچوں کی سالگرہ مناتے ہیں، ہر سال ۱۴، اگست کو یومِ آزادی، ۲۵ دسمبر کو قائداعظم کا یومِ پیدائش اور ہر ۲۷ رمضان کو جشنِ نزولِ قرآن مناتے ہیں۔ کوئی پوچھے، کیا ہر سال قرآن نازل ہوتا ہے؟ ایسا اعتراض کرنے والوں کو شرم آنی چاہیے۔

ہر سال میلاد منانے پر اعتراض کرنے والے گذشتہ چند دہائیوں سے ایک عجیب بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ وہ ہر سال ۲۲ جمادی الثانی کو یومِ صدیق اکبر اور یکم محرم کو یومِ فاروقِ اعظم مناتے ہیں۔ اس موقع پر جلسوں کے علاوہ جلوس بھی نکالے جاتے ہیں۔ ایک کالعدم تنظیم کی طرف سے یومِ صدیقِ اکبر اور یومِ فاروقِ اعظم کے موقع پر عام تعطیل نہ کرنے پر حکومت کے خلاف مظاہرے بھی کیے جاتے ہیں۔ ثبوت کے طور پر مذکورہ تاریخوں کے اخبارات ملاحظہ فرمائیے۔

عیسائیوں کی مشابہت؟

3۔ عید میلاد النبی منانا کرسمس کی طرح ہے اور عیسائیوں کی مشابہت حرام ہے۔

جواب: ہم میلاد اس لیے مناتے ہیں کہ میلاد بیان کرنا اور اس کی خوشی منانا اللہ

تعالیٰ، رسولِ معظم ﷺ اور صحابہ کی سنت ہے۔ یہودی یا عیسائی اپنے نبی کا میلاد منائیں یا نہ منائیں، ہم اُن کے نہیں بلکہ قرآن وسنت کے پابند ہیں۔

دوسرے سوال کے جواب میں مذکور بخاری ومسلم کی حدیث سے واضح ہے کہ دس محرم کا روزہ رکھنا یہود کا عمل تھا۔ نبی کریم ﷺ نے یہود کی مشابہت کی وجہ سے یہ روزہ نہیں چھوڑا۔ تو کیا معترض رسول اللہ ﷺ پر بھی یہود کی مشابہت کا فتویٰ لگائے گا؟

حضور ﷺ کا ارادہ یہود کی مشابہت کا نہیں تھا اس لیے آپ نے اگلے سال نومحرم کا روزہ رکھنے کا بھی ارادہ فرمایا۔ (مسلم کتاب الصیام)

گویا دوسرا روزہ یہود کی مخالفت کے لیے ہوا۔ اب عیسائی تو ۲۵ دسمبر کو کرسمس مناتے ہیں جبکہ مسلمان پورا مہینہ میلاد کی محافل منعقد کر کے آقا کریم ﷺ کی شان سنتے سناتے ہیں۔ اس طرح عیسائیوں کی مشابہت کا گمان بھی باقی نہیں رہتا۔

اگر اس کے باوجود کوئی مشابہت کا فتویٰ دینے پر اصرار کرے تو پھر کیا خیال ہے:
اہلِ کتاب اپنی کتاب کو مقدس سمجھتے ہیں، مسلمان بھی اپنی کتاب کو مقدس سمجھتے ہیں؛ مشرکین پتھر کے بتوں کی تعظیم وعبادت کرتے ہیں، مسلمان پتھروں سے بنے ہوئے خانۂ کعبہ کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں؛ ہندو گنگا کے پانی کو مقدس سمجھتے ہیں، مسلمان آبِ زمزم کو مقدس سمجھتے ہیں، مشابہت سے بچنے کے لیے آپ کیا کیا چیزیں حرام قرار دیں گے؟؟؟

بخاری ومسلم میں ہے کہ اہلِ کتاب اپنے بال لٹکا کر چھوڑ دیتے جبکہ مشرکین اپنے بالوں میں مانگ نکالتے۔ حضور ﷺ نے پہلے پیشانی پر بال لٹکائے پھر آپ نے مانگ نکالنا شروع کی۔ کیا حضور ﷺ نے اہلِ کتاب اور مشرکوں کی مشابہت اختیار کی؟

بخاری اور مسلم میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے رومی جبہ پہنا ہے۔ کیا تم حضور ﷺ پر رومی عیسائیوں سے مشابہت کا الزام لگاؤ گے؟ کیا ہر اچھا کام اس لیے چھوڑ دینا

چاہیے کہ وہ اہلِ کتاب بھی کرتے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ اہلِ کتاب کی مشابہت کی نیت کے بغیر کسی اچھے کام کا اختیار کرنا بالکل جائز ہے۔

میلاد النبی ﷺ پر خرچ کرنا:

4۔جلسوں اور چراغاں پر خرچ کرنا مال کا ضیاع ہے، اور اسراف حرام ہے۔

جواب: اصولی بات یہ ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی خوشی منانا اور اس پر خرچ کرنا قرآن مجید کے حکم ﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ کی تعمیل ہے۔اس لیے اس حکم کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا، ﴿هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''وہ (خوشی منانا) اُن سب چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں''۔(یونس:۵۸)

آیتِ کریمہ سے واضح ہے کہ خوشی منائی جائے اور خوشی منانے پر مال خرچ کیا جائے، اسی لیے تو خوشی منانے پر خرچ کرنے کو جمع کرنے سے بہتر فرمایا گیا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ میلاد النبی ﷺ پر خرچ کرنا مستحب اور باعثِ ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے کسی نے کہا، **لا خیر فی الاسراف**۔ اسراف میں کوئی نیکی نہیں۔تو آپ نے ارشاد فرمایا، **لا اسراف فی الخیر**۔نیکی کے کام میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہوتا۔

حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ عید میلاد النبی ﷺ پر اعتراض کرنے والے اپنے سالانہ جلسوں اور اجتماعات پر لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں (بلکہ کئی پروگرام دیکھ کر تو تخمینہ کروڑ سے اوپر نظر آتا ہے) کسی دارالعلوم کا صد سالہ جشن ہو یا دفاعِ پاکستان ریلی، یا نظریۂ پاکستان ریلی، کیا یہ سب جلسے اور ریلیاں نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام کی سنت ہیں؟ کیا ان پر بے دریغ مال خرچ کرنا اسراف و حرام نہیں؟ اس رقم سے بھی بیشمار غریبوں کے گھروں میں دو وقت کھانا دیا جاسکتا ہے۔

وہ کون سا فارمولا ہے جس کے تحت ریلیاں اور دارالعلوم کا صد سالہ جشن سنت ہوتا

ہے اور جشن عید میلاد النبی ﷺ بدعت؟ قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس کی رُو سے مذکورہ جلسوں اور ریلیوں پر خرچ مال کا ضیاع اور اسراف نہیں لیکن جشن عید میلاد النبی ﷺ کی محافل اور چراغاں پر خرچ کرنا مال کا ضیاع اور اسراف ہے؟؟؟

اللہ تعالیٰ تعصب و گمراہی سے بچا کر حق سمجھنے کی توفیق دے، آمین۔

اب ''یک نظر سوئے گریباں'' کے مصداق جائزہ لیجیے کہ لوگ اپنی اولاد کی خوشی کس طرح مناتے ہیں۔کوئی اپنی اولاد کی شادی کرتا ہے تو اپنے گھر پر چراغاں کرتا ہے، سینکڑوں مہمانوں کے لیے کھانے پینے کا بہترین انتظام کرتا ہے حتیٰ کہ ہندوانہ رسم مہندی پر بھی پُر تکلف کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔مہنگے شادی ہال میں تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔آپ کسی سے کہیے کہ ''اتنا مال کیوں ضائع کرتے ہیں، کسی غریب کو دے دیں۔نکاح تو سادگی سے مسجد میں ہونا چاہیے''۔

اس پر جواب ملے گا، ہم اپنی اولاد کی خوشی کیوں نہ منائیں۔آپ کو ہماری خوشی پسند نہیں تو نہ شریک ہوں مگر کم از کم تنقید تو نہ کریں۔ذرا سوچیے! جس سے محبت ہوتی ہے اسی کی خوشی منائی جاتی ہے۔آقا و مولیٰ ﷺ تو وہ ہیں جن کی محبت والدین، اولاد، سب رشتے داروں اور مال و جائیداد کی محبت سے اگر کم ہو تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہیں۔سورۃ التوبۃ کی آیت ۲۴ کا یہی خلاصہ ہے۔

اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے اِس فرمان کے مطابق ایسا بندہ کامل مومن نہیں ہوسکتا۔ ''تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے''۔(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ کتاب الایمان)

مذکورہ آیت اور حدیث کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اپنے والدین کے حج کی خوشی اور اپنی اولاد کی پیدائش یا شادی کی خوشی سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے میلاد کی خوشی منائیں اور اس پر اپنا حلال مال خرچ کریں۔ یہاں شیطان ہمیں بہکاتا ہے، میلاد

منانے پر کون سی آیت یا حدیث ہے؟ کیا حضور ﷺ نے یا صحابہ نے منایا؟

کیا اپنی اولاد کی خوشی منانے کے لیے کسی نے قرآن کریم سے آیت تلاش کی؟ کیا بخاری اور مسلم کی حدیث دیکھی کہ رسولِ معظم ﷺ نے اپنی اور اپنی اولاد کی شادیوں پر کس طرح مال خرچ کیا تھا اور کتنے مہمانوں کے لیے کھانے کا کیسا اہتمام کیا تھا؟ اور پھر صحابہ کرام نے اپنی اولاد کی شادی کی خوشیاں کس طرح منائی تھیں؟

اگر کسی کا دل و دماغ، ایمان و غیرت اور ہوش و خرد سے یکسر محروم نہ ہو چکا ہو تو وہ یہ سوچنے پر ضرور مجبور ہوگا کہ شیطان نے واقعی ہمیں بہکا دیا کہ ہم اپنی خوشیوں کے لیے تو کوئی نہ کوئی جواز تراش لیتے ہیں مگر اللہ کے محبوب رسول ﷺ کے میلاد کی خوشی منانے کی بات آئے تو حیلے بہانوں سے واضح آیتوں اور احادیث کو بھی توجہ کے لائق نہیں سمجھتے۔ جائز آرائش اور پاک رزق کسی کے کہنے سے حرام نہیں ہوسکتا۔

فرمانِ الٰہی ہے، ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ ”تم فرماؤ! کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق“۔ (الاعراف:۳۲)

اعتراض: 5۔ لوگ میلاد پر خرچ کرنے کی وجہ سے غریبوں کی امداد نہیں کرتے۔

جواب: بدگمانی گناہ ہے۔ جو غریبوں کی مدد کرتے ہیں وہ اس ماہ میں میلاد کی خوشی میں زیادہ مدد کرتے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی کسی غریب کی مدد کرتا ہو اور اس ماہ میں وہ غریب سے کہہ دے کہ میلاد منانے پر خرچ کرنے کی وجہ سے اس مہینے تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میلاد شریف کے لنگر کے اہتمام کی وجہ سے بہت سے غریبوں کو کھانا میسر ہوجاتا ہے۔ آپ بھی اس طرف توجہ کریں۔

اس دن عید کی نماز کیوں نہیں:

6۔ اگر بارہ ربیع الاول، عید کا دن ہے تو اس دن عید کی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟

جواب: ہم قرآن و حدیث سے یہ ثابت کر چکے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت نازل ہو، اس دن کو عید منانا اور خوشیاں کرنا صالحین کا طریقہ ہے۔ ہم میلاد النبی ﷺ کے دن کو شرعی عید نہیں کہتے۔ آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا کہیں گے جنہوں نے جمعہ اور عرفہ دونوں کو عید قرار دیا۔ (ترمذی کتاب التفسیر)

اب آپ بتائیے کہ اگر جمعہ اور عرفہ عید کے دن ہیں تو آپ ہر جمعہ کے دن اور ہر نو ذی الحجہ کے دن عید کی نماز کیوں نہیں پڑھتے؟؟ جو تمہارا جواب وہی ہمارا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، ”بیشک جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ترین ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کا وصال ہوا“۔ (ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ باب الجمعہ)

ایک اور حدیث میں جمعہ کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے افضل فرمایا۔ (مشکوٰۃ)

جب جمعہ اور عرفہ چند نعمتوں کی وجہ سے عید کے دن قرار پائے تو اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت یعنی رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری کے دن کو ”عید میلاد النبی“ کہنا کیوں جائز نہیں۔ ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کے میلاد کی خوشی باقی رہتی ہے مگر ان کا وصال کا غم باقی نہیں رہتا۔ اسی بناء پر جمعہ کا دن آدم علیہ السلام کے وصال کا دن ہونے کے باوجود اس لیے عید ہے کہ یہ انکے میلاد کا دن ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر خوشی اور مسرت کے دن کو عرف میں ”عید“ کہا جاتا ہے۔ ایمان والوں کے لیے آقا کریم ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر خوشی کا دن اور کون سا ہوسکتا ہے لہٰذا یہ سب عیدوں کی عید ہے۔

محفل میلاد میں حضور کا آنا:

7۔ تم لوگ کہتے ہو کہ محفلِ میلاد میں حضور ﷺ آتے ہیں۔ یہ عقیدہ شرک ہے۔

جواب: ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ آقا و مولیٰ ﷺ ہر محفلِ میلاد میں تشریف لاتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کی عطا سے آقا کریم ﷺ اپنے روضۂ انور سے ہمارا کلام

سنتے ہیں اور ہماری محفل ملاحظہ فرماتے ہیں۔ہاں اگر حضور چاہیں تو کسی بھی جگہ جلوہ فرما ہو سکتے ہیں۔ساری امت کا بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونا اور آقا ومولیٰ ﷺ کا ہم پر ناظر ہونا قرآن مجید میں بیان کردہ حضور ﷺ کی صفات شاہد اور شہید کا مفہوم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا﴾

''بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر''۔(الاحزاب:۴۵،الفتح:۹)

شارح بخاری امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

﴿لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذٰلِکَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ﴾

''آقا ومولیٰ ﷺ کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں کہ آپ اپنی امت کو ملاحظہ فرما رہے ہیں، ان کے احوال، نیتوں، ارادوں اور دل کے خیالات کو بھی جانتے ہیں، اور یہ سب کچھ آپ ﷺ پر بالکل ظاہر ہے''۔(مواہب الدنیہ ج۲:۳۸۷)

''حضور ﷺ اپنے نورِ نبوت سے......تمہارے گناہوں کو، تمہارے ایمان کے درجات کو، تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو اچھی طرح جانتے ہیں''۔(تفسیر روح البیان، تفسیر عزیزی زیرِ آیت ۱۴۳ سورۃ البقرۃ)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے نزدیک کسی بھی محفلِ میلاد میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کا خیال کرنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ آقا ومولیٰ ﷺ کا کہیں بھی جلوہ فرما ہونا کوئی ناممکن بات نہیں۔وہ فرماتے ہیں،

''اگر احتمالِ تشریف آوری کیا جائے، مضائقہ نہیں کیونکہ عالمِ خَلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالمِ اَمر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذاتِ بابرکات کا بعید نہیں''۔(شمائم امدادیہ ص۹۳)

[شرک کے متعلق تفصیلی دلائل فقیر کی کتاب ''توحید اور شرک'' میں ملاحظہ فرمائیے۔]

میلاد کی ابتدا کس نے کی:

8۔ملک مظفر ایک بے دین اور عیاش بادشاہ نے میلاد کی ابتدا کی اور ایک دنیا پرست مولوی نے میلاد پر کتاب لکھ کر اس کا ساتھ دیا۔

جواب: اہلسنت کے نزدیک میلاد النبی ﷺ منانا قرآن وحدیث اور صحابہ سے ثابت ہے۔اسکی ابتدا کسی بادشاہ نے نہیں کی، ہمیشہ سے تمام شہروں کے مسلمان میلاد کی خوشی میں محافل منعقد کیا کرتے، اس پر محدثین کے حوالے ہم پہلے پیش کر چکے۔

امام ابن کثیرؒ اربل کے بادشاہ مظفر ابوسعید کے متعلق فرماتے ہیں،

''وہ ربیع الاول میں میلاد النبی کی بڑی بڑی محافل کا اہتمام کرتا تھا۔وہ بہت ذہین، بہادر، جرأت مند، عقل مند، عالم اور عادل تھا۔اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے اور اسے اچھا مقام دے''۔(البدایہ والنہایہ ج۹:۱۸، الحاوی للفتاویٰ ج۱:۱۸۹)

محدث علی قاریؒ، امام سخاویؒ کا قول نقل کرتے ہیں،''اربل کے بادشاہ مظفر نے میلاد منعقد کرنے میں شایانِ شان اہتمام کیا، اسی بناء پر امام نوویؒ کے شیخ امام ابوشامہؒ نے اپنی کتاب (الباعث علی البدع والحوادث) میں اس بادشاہ کی تعریف کی۔حسن نے بھی ایسے ہی کہا کہ محفلِ میلاد مستحب ہے، اس کا اہتمام کرنے والے کی قدر اور تعریف کی جائے گی''۔(المورد الروی، رسائلِ میلادِ مصطفیٰ:۲۹۲)

علامہ ابن خلکانؒ اسی سلطان مظفر کے متعلق لکھتے ہیں،''وہ برائی کو پھیلنے نہ دیتا اور نہ ہی برائی کو اپنے شہر میں داخل ہونے دیتا''۔(وفیات الاعیان ج۴:۱۱۷)

''وہ اعلیٰ اخلاق، کثیر تواضع اور اچھے عقیدے والا شخص تھا''۔(ایضاً:۱۱۹)

''اگر میں اس کی تمام خوبیاں لکھوں تو کتاب طویل ہو جائے گی''۔(ایضاً:۱۲۰)

امام ذہبیؒ، سلطان کے متعلق رقمطراز ہیں،''وہ بہت متواضع اور اہلسنت کے اچھے شخص تھے اور فقہاء و محدثین سے محبت کرتے تھے''۔(سیر اعلام النبلاء ج۱۴:۵۰)

امام سیوطیؒ نے حافظ ابن کثیرؒ اور تاریخ ابن خلکانؒ کے حوالوں سے اُن عالم دین کی تعریف لکھی ہے جنہوں نے میلاد النبی ﷺ پر کتاب لکھی تھی۔ وہ کوئی عام عالم نہیں تھے بلکہ حافظ الحدیث شیخ ابوالخطاب بن دحیہ رحمہ اللہ تھے۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں،

''ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں حافظ ابوالخطاب بن دحیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ بڑے عظیم علماء اور مشہور فضلاء میں سے تھے۔ ۶۰۴ ہجری میں ان کا اربل سے گذر ہوا تو انہوں نے اس عظیم بادشاہ کو میلاد النبی کا بڑا اہتمام کرتے ہوئے پایا۔ انہوں نے میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ایک عظیم کتاب ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' لکھی اور بادشاہ کو پڑھ کر سنائی، جس پر بادشاہ نے ایک ہزار دینار انعام دیا۔ ہم نے ۶۲۵ھ میں بادشاہ کے پاس چھ مجالس میں اس کتاب کو سنا ہے''۔
(الحاوی للفتاویٰ ج۱: ۱۹۰)

ثابت ہوگیا کہ اربل کے حاکم مظفر ابوسعید ذہین، بہادر، اہلسنت، نیک، عالم، عادل حکمراں، برائیوں کے مخالف اور محبتِ رسول ﷺ میں میلاد النبی کا اہتمام کرنے والے تھے۔ ان کے علمی ذوق کو دیکھ کر کتاب لکھنے والے عالم دنیا پرست نہیں بلکہ حافظ الحدیث اور مشہور عالم و فاضل تھے۔ میلاد النبی ﷺ کی مخالفت میں کوئی اس حد تک پستی میں گرسکتا ہے کہ اچھے مسلمانوں کی کردارکشی شروع کردے، یہ سوچا بھی نہیں تھا۔

﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾

جو صحابہ نے نہ کیا وہ نہ کرو:

9۔ ''کیا تم صحابہ و تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ جو کام انہوں نے نہیں کیا، تم وہ کرتے ہو لہٰذا یہ بدعت و حرام ہے''۔

جواب: یہ اعتراض نہایت لغو ہے کیونکہ کئی امور ایسے ہیں جنہیں صحابہ کرام نے یا تابعین نے یا تبع تابعین نے اختیار کیا، اس سے قبل وہ نیک کام کسی نے نہ کیے تھے، تو کیا ان کاموں کو بدعت و حرام کہا جائے گا؟ بدعت کے متعلق کتاب کے آغاز میں تفصیلی گفتگو ہوچکی ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں مجددِ دین و ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

یہ اعتراض اگر قابلِ تسلیم ہو تو تبع تابعین پر تابعین کے اعتبار سے، اور تابعین پر صحابہ کے لحاظ سے اور صحابہ کرام پر رسول اللہ ﷺ کے اعتبار سے وارد ہوگا۔ مثلاً جو فعل حضور ﷺ، صحابہ اور تابعین نے نہ کیا اور تبع تابعین نے کیا تو تم اسے بدعت نہیں کہتے۔ تمہاری طرح ہم کہیں گے، ''اس کام میں بھلائی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ، صحابہ اور تابعین ضرور کرتے، کیا تبع تابعین ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں کہ جو اُنہوں نے نہ کیا، وہ یہ کریں گے''۔

اسی طرح تابعین کے زمانے میں جو کچھ پیدا ہوا، اس پر کہا جائے گا کہ یہ بہتر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کیوں نہ کرتے، تابعین کیا ان سے بڑھ کر ہیں؟ جو نئی باتیں صحابہ کرام نے کیں، ان میں بھی تمہاری طرح کہا جائے گا، کیا رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ ان کاموں کی خوبی معلوم نہ ہوئی یا صحابہ کی نیک کاموں پر زیادہ توجہ تھی؟

معلوم ہوا کہ اس لغو اعتراض کی بنا پر عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ تمام صحابہ و تابعین بھی بدعتی قرار پاتے ہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ کسی کام کو کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔ حضور ﷺ نے اگر ایک کام نہ کیا اور اس کو منع بھی نہ فرمایا، تو صحابہ کرام کے لیے کون سی چیز ممانعت کا باعث ہے کہ وہ اسے نہ کریں۔ اور اگر کوئی کام صحابہ نہ کریں تو تابعین کے لیے کون سی شرعی پابندی ہے۔

اور اگر وہ نہ کریں تو تبع تابعین کے لیے اسے کرنے پر کوئی پابندی نہیں اور اسی طرح اگر وہ نہ کریں تو ہمارے لیے اسے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بس یہ خیال رہے کہ وہ کام شرع کے نزدیک برا نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج۲۶: ۵۴۲، ملخصاً)

سبب ہونے کے باوجود نہ کیا؟

10۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جن عبادات کے کرنے کا سبب زمانۂ نبوی میں موجود تھا اور اس کے باوجود آقا و مولیٰ ﷺ نے اس کام کو نہ کیا ہو، ایسا کام بدعتِ سیئہ ہے۔ بارہ ربیع الاول کی تاریخ آپکی ظاہری حیات میں کئی بار آئی مگر آپ نے اس دن محفلِ میلاد منعقد کی نہ عید میلاد منائی اور نہ ہی جلوس نکالا۔ لہٰذا یہ اُمور بدعتِ سیئہ ہیں۔

جواب: حق یہ ہے کہ یہ اصول ہرگز درست نہیں۔ مثلاً لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو قریش کی لغت پر باقی رکھا اور دیگر نسخے دھلوا کر جلوا دیے۔ قرآن کریم کو ایک لغت کے ساتھ خاص کرنے کا مذکورہ سبب زمانۂ نبوی میں بھی موجود تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو کسی اور طریقے سے قرآن پڑھتے دیکھا تو ان کو چادر سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔

ثابت ہوا کہ عہدِ رسالت میں بھی مختلف لغات کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف ہوا مگر یہ محرک اور سبب ہونے کے باوجود حضور ﷺ نے ایک لغت پر قرآن کو جمع نہیں فرمایا۔ پس کیا قرآن کریم کو ایک لغت پر جمع کرنا بدعتِ سیئہ ہے؟

اسی طرح تراویح اور اس میں ختمِ قرآن کا سبب اور محرک رمضان شریف ہے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے صرف ایک بار رمضان میں تین راتوں میں تراویح پڑھائی۔ اور تراویح کی جماعت کا آپ نے خود اہتمام نہیں کیا بلکہ صحابہ از خود اپنے ذوق سے آپ کے مقتدی بنے۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں رمضان کئی بار آیا مگر آپ نے کسی ماہِ رمضان کی ہر رات میں باجماعت تراویح ادا نہیں فرمائی اور نہ ہی ختمِ قرآن کیا۔ اگر مذکورہ اصول کو درست مانا جائے تو کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ نے بدعتِ سیئہ شروع کی۔ اور جو لوگ آج باجماعت تراویح اور ختمِ قرآن کا اہتمام کرتے ہیں وہ بدعتی ہیں؟

آقا و مولیٰ ﷺ کی دعوت عرب و عجم کے لیے تھی۔ عجمیوں کے لیے نقاط اور اعراب کے بغیر قرآن مجید پڑھنا دشوار تھا۔ اس سبب اور محرک کے باوجود حضور ﷺ نے قرآن کریم پر نقاط اور اعراب نہ لگوائے۔ آج قرآن کریم کے ہر نسخہ پر نقاط اور اعراب چھاپنا ''فرض'' سمجھے جاتے ہیں، حالانکہ اکابر تابعین حضرت ابراہیم نخعی، امام شعبی وغیرہ رحمہم اللہ اعراب لگانے کو مکروہ جانتے تھے۔ کیا یہ بھی بدعتِ سیئہ ہے؟

پس ثابت ہوا کہ کسی محرک کے باوجود نبی کریم ﷺ کا کسی کام کو ہمیشہ ترک کرنا ہرگز اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کام بدعتِ سیئہ ہے۔ صحیح اصول یہ ہے کہ جس عبادت کے کرنے کا سبب اور محرک تھا اور اس کے کرنے سے کوئی بات مانع نہ تھی، اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے وہ کام قصداً ترک کیا، وہ کام یقیناً ناجائز ہے۔ مثلاً غائبانہ نماز جنازہ، عربی کے سوا کسی اور زبان میں جمعہ کا خطبہ دینا وغیرہ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''کسی اچھے کام کے اسباب موجود ہونے کے باوجود رسول کریم ﷺ کا اُس کام کو نہ کرنا اس کی کراہت پر دلیل نہیں''۔
(انوارِ ساطعہ:٦٧، مصفّٰی شرح موطا:١٧٨)

علامہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی رحمہ اللہ کے والد گرامی کا یہ ارشاد پہلے ذکر ہو چکا، ''اُس وقت مسلمان کو گھر میں بیٹھنے کی فرصت کہاں تھی۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ، تبلیغِ اسلام اور دیگر بڑے بڑے کام کرنے میں مصروف تھے۔ اب وہ کام کہاں ہیں۔ لوگ غفلت میں پڑ گئے ہیں، اس لیے ہمارے نزدیک اپنے نبی کریم ﷺ کے حالات و معجزات اور ہر وقت کی دعاؤں کا معلوم کرنا صرف مستحب ہی نہیں بلکہ قریب قریب واجب اور فرض کے ہے''۔ (خیر المورد فی احتفال المولد، رسائلِ میلاد:٥٦٠)

نیا کام دین سمجھ کر کرنا:

11۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئی نیا کام جو بلاشبہ نیکی ہو، اسے دین سمجھ کر کرنا اُسے

''بدعتِ سیئہ'' بنادیتا ہے۔

جواب: یہ بات پہلے تفصیل سے مذکور ہوچکی کہ وہ نئے کام جن کی اصل شریعت میں موجود ہو اور انہیں صالحین وعلماءِ حق نے اچھا جانا ہو، انہیں کرنا یقیناً مستحب اور مستحسن ہے اور بلاشبہ اجروثواب کا باعث ہے۔ اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ وہی بدعت منع ہے جو حضور ﷺ کے حکم یا کسی سنت کے خلاف ہو۔ محض اس بناء پر کہ یہ کام نیا ہے، کسی اچھے کام کو منع کرنا جائز نہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''نئی بات ہونے کی وجہ سے منع نہ کیا جائے گا کیونکہ بہت سی نئی باتیں عمدہ اور نیک ہیں''۔ (احیاء العلوم ۱:۲۸۶)

نماز کی نیت زبان سے کرلینا مستحب یعنی اچھا طریقہ ہے۔ مشائخ نے جو اسے پسند فرمایا ہے تو اس لیے نہیں کہ یہ سنت ہے، کیونکہ صحیح وضعیف، کسی طور پر بھی رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں، نہ کسی صحابی وتابعی سے اور نہ ہی ائمہ اربعہ میں کسی سے ثابت ہے۔ بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے تھے۔ تو یہ (زبان سے نیت) بدعتِ حسنہ ہے۔ (انوارِ ساطعہ: ۹۲)

معلوم ہوا کہ دراصل نیت دل کے ارادے کا نام ہے مگر زبان سے کہنا مستحب ہے۔ اب فرمایئے کہ زبان سے نیت دینی کام ہے یا نہیں؟ پھر یہ دینی کام کی قید بھی بیکار ہے۔ کیونکہ مسلمان کی پوری زندگی دین کے تابع ہوتی ہے۔ اُس نے کھانا کیسے کھانا ہے، پینے کا طریقہ کیا ہے، بیٹھنا کیسے ہے، لیٹنا کس طرح ہے، لباس کیسا پہنے، کاروبار کیسے کرے، بیوی سے برتاؤ کیسا ہو، اولاد کی تربیت کیسے کرے، پڑوسی سے سلوک کیسا ہو، الغرض مومن کی زندگی کا کوئی کام دین سے جدا نہیں ہوسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ نے ایک صحابی کے متعلق فرمایا، خُریم اسدی بہت اچھا آدمی ہے جبکہ اس کے بال کانوں سے زیادہ نیچے نہ ہوں اور وہ ازار نیچی نہ رکھے۔

جب یہ خبر حضرت خُریم رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے فوراً اپنے بال کاٹ لیے اور اپنی ازار کو نصف پنڈلیوں تک اونچا کرلیا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ باب الترجل)

خلاصہ یہ کہ مسلمان کے تمام کام دین کے تابع ہیں البتہ ان کے احکام ودرجات مختلف ہیں۔ فقہاء انہیں فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، اساءت اور خلافِ اَولیٰ کے عنوانات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ کسی شرعی دلیل کے بغیر کسی کام کو مکروہِ تنزیہی بھی نہیں کہا جاسکتا۔

ہر حالت کا ثبوت ضروری نہیں:

12۔ مروّجہ مجالسِ میلاد اور اس میں کھڑے ہوکر سلام پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں، لہٰذا یہ حرام ہیں۔

جواب: ارشادِ ربانی ہے، ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾

''اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اُن کا بھلا نہ ہوگا''۔ (النحل: ۱۱۶)

''آج کل بھی لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام بنادیتے ہیں جیسے میلاد شریف، فاتحہ، گیارھویں، عرس وغیرہ ایصالِ ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی۔ انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہیے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں، اللہ تعالیٰ پر اِفتراء کرنا ہے''۔ (خزائن العرفان)

ارشاد ہوا، ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

''جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو''۔ (الحشر: ۷)

اگر حضور ﷺ کسی کام کا نہ حکم دیں اور نہ منع فرمائیں تو اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا،

’’حلال وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ جو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرما دیا، اور جس کا ذکر نہ فرمایا، وہ معاف ہے یعنی اسکے فعل پر کچھ مؤاخذہ نہیں‘‘۔ (ترمذی ابواب اللباس، ابن ماجہ ابواب الاطعمہ، مستدرک للحاکم)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب چیزوں کی اصل مباح ہونا ہے۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، پس مجلسِ میلاد و قیام (درود وسلام کے لیے کھڑے ہونا) وغیرہ متنازعہ امور کے جواز پر ہمیں کوئی دلیل قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ شرع سے ممانعت ثابت نہ ہونا ہی ہمارے لیے دلیل ہے، ہاں تم جو ناجائز وممنوع کہتے ہو، تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے؟؟؟ اگر ثبوت نہ دے سکو اور اِن شاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے شریعتِ مطہرہ پر بہتان لگایا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶: ۵۲۸ ملخصاً)

مزید فرمایا، ’’جب کسی بات کو شرع نے پسندیدہ کہا ہے تو جس جگہ، جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی، ہمیشہ پسندیدہ رہے گی جب تک کہ کسی خاص صورت کی ممانعت شریعت سے نہ آ جائے۔

مثلاً ذکرِ الٰہی کی خوبی اور اچھائی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ تو جب کہیں کسی طرح بھی خدا کا ذکر کیا جائے گا بہتر ہی ہوگا۔ ہر ہر حالت کا ثبوت شرع سے ضروری نہیں مگر بیت الخلاء میں بیٹھ کر زبان سے ذکرِ الٰہی کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت ہے۔

غرض یہ کہ جس مطلق بات کی خوبی معلوم ہو، اسکی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضروری نہیں کیونکہ وہ تمام صورتیں اسی مطلق بات کی ہیں جس کی خوبی ثابت ہو چکی، البتہ کسی خاص صورت کو ناجائز و برا بتانے کے لیے شرعی دلیل لانی ہو

گی۔ (فتاویٰ رضویہ: ایضاً)

نعمتِ الٰہی کے بیان و اظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا، ’’اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو‘‘۔ حضور صاحبِ لولاک ﷺ کی ولادتِ اقدس تمام نعمتوں کی اصل ہے تو اس کے خوب بیان و اظہار کا نصِ قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا۔ اور بیان و اظہار مجمع میں بخوبی ہوگا تو ضرور چاہیے کہ جس قدر ہو سکے لوگ جمع کیے جائیں اور انہیں ذکرِ ولادتِ باسعادت سنایا جائے، اسی کا نام مجلسِ میلاد ہے۔ (ایضاً: ۵۳۰)

اسی طرح قرآن مجید میں ﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا﴾ مطلقاً درود وسلام پڑھنے کا حکم موجود ہے۔ جو کوئی بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر، عربی میں یا اردو میں، ہر صورت جائز ہے۔ پس محفلِ میلاد میں درود وسلام پڑھنا بھی اسی حکم کی تعمیل ہے۔

ادب و تعظیم کا نیا طریقہ جائز:

13۔ تم لوگ ادب اور تعظیم کی آڑ میں نئی نئی بدعتیں پیدا کرتے ہو جو ہرگز جائز نہیں۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

اکابر علماء نے کلیہ بیان کیا کہ ’’جس بات کو نبی کریم ﷺ کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو، وہ بہتر ہے‘‘۔ اسی لیے جس مسلمان نے کسی نئے جائز طریقے سے حضور ﷺ کا ادب کیا، اس ایجاد کی علماء نے تعریف کی اور اس مسلمان کو بدعتی گمراہ نہ کہا۔ مثلاً:

امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ میں فرماتے ہیں، امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے، مجھے شرم آتی ہے کہ جس مقدس سرزمین میں آقا و مولیٰ ﷺ آرام فرما ہوں، میں اسے جانور کے سُم سے روندوں۔ آپ بتایئے کیا صحابہ کرام مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے تھے؟

امام مالک کا معمول تھا کہ فقہ کے مسائل تو کسی اہتمام کے بغیر سکھا دیتے لیکن حدیث سکھانے کے لیے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نیا لباس پہنتے، عمامہ باندھتے،

انکے لیے دولہا کے تخت کی طرح تخت بچھایا جاتا، اسے خوشبوؤں سے معطر کیا جاتا، پھر آپ اس پر بیٹھ کر حدیث پاک بیان کرتے۔ پوچھنے پر آپ نے فرمایا، میں پسند کرتا ہوں کہ حدیثِ رسول ﷺ کی تعظیم کروں، اور میں حدیث بیان نہیں کرتا جب تک وضو کر کے خوب سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھ جاؤں۔ (کتاب الشفاج ۲:۴۸)

فرمایئے! امام مالک رضی اللہ عنہ جو تبع تابعی ہیں ان سے قبل کوئی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ شیخ احمد بن فضلویہ زاہد رضی اللہ عنہ جو تیرانداز غازی تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی اس کمان کو بغیر وضو کے نہیں چھوا جب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس کمان کو نبی کریم ﷺ نے ہاتھ مبارک میں لیا تھا۔ (ایضاً)

امام ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ جو علمِ حدیث میں سخت مشہور ہیں، فرماتے ہیں،

''بعض صالحین چالیس برس مکہ معظمہ میں مجاور رہے اور کبھی حرم میں پیشاب نہ کیا اور نہ ہی وہاں لیٹے۔ ایسے لوگوں کو مجاور ہونا مستحب ہے۔

بعض صالحین نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے گئے تو مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوئے بلکہ باہر ہی سے زیارت کی۔ یہ حضور ﷺ کے ادب کے باعث تھا۔ کسی نے اندر چلنے کو کہا تو جواب دیا، ''مجھ سا شخص سید الکونین ﷺ کے شہر میں داخل ہو، مجھ میں اس کی ہمت نہیں''۔

مجھ سے میرے سردار ابو محمد رحمہ اللہ نے فرمایا، جب سے میں مدینہ طیبہ مسجد نبوی میں داخل ہوا، سوائے نماز کے قعدہ کے کسی وقت بھی نہیں بیٹھا بلکہ تمام وقت حضور کی بارگاہ میں کھڑا رہا۔ یہانتک کہ قافلے نے کوچ کیا۔ مزید فرمایا، میں بارگاہِ نبوی چھوڑ کر نہ بقیع گیا نہ کہیں اور، نہ کسی اور کی زیارت کی''۔ (المدخل، فتاویٰ رضویہ ج ۲۶:۵۴۹)

ایک شخص سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔ اس

نے عرض کی، میں چاہتا تھا کہ آپ اٹھنے کی تکلیف نہ کرتے۔ آپ نے فرمایا، ''مجھے یہ پسند نہیں کہ میں لیٹے ہوئے حضور کی حدیث بیان کروں''۔ (کتاب الشفا ۲:۴۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ادب کا نیا طریقہ نکالا۔ آپ نے بخاری شریف کی ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل کیا اور دو نفل ادا کیے۔ (مقدمہ فتح الباری:۵)

اب جس دلیل سے سعید بن مسیّب، امام مالک اور امام بخاری علیہم الرحمہ کے لیے حدیث کی تعظیم کی مختلف صورتیں جائز ہیں اسی دلیل سے درود وسلام کے لیے کھڑے ہو کر آقا و مولیٰ ﷺ کے ذکر کی تعظیم کرنا بھی جائز ہے۔ یہ آیت کریمہ ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ کے عام حکم کی تعمیل ہے۔

حضور ﷺ نے یہ کام کیوں نہ کیے؟

14۔ اگر اہلسنت کے نئے کام اچھے کام ہیں تو حضور ﷺ نے کیوں نہ کیے؟

جواب: آقا کریم ﷺ کے کسی اچھے کام کو نہ کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً:

۱۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ کسی کام کو پسند فرمانے کے باوجود نہ کرتے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ (بخاری ابواب التہجد) جیسے نماز چاشت اور تراویح۔

۲۔ تاکہ لوگ مشکل میں نہ پڑ جائیں۔ جیسے روزانہ درس، ہر وضو کے ساتھ مسواک اور تاخیر سے عشاء پڑھنے کا حکم نہ دیا۔ (بخاری، مسلم)

۳۔ اُس وقت لوگوں کی حاجت نہ ہو۔ جیسے قرآن کریم پر نقطے اور اعراب نہ لگائے۔

۴۔ اسوقت اس کام کی ضرورت نہ ہو۔ مثلاً جمعِ قرآن، کثیر حفاظ کی شہادت اس کا سبب بنی۔ اور جمعہ کی اذان کا اضافہ، آبادی کی کثرت کے باعث یہ شروع ہوئی۔

۵۔ اس وقت گنجائش نہ ہو۔ جیسے مسجد میں مینار وغیرہ نہ بنوائے۔

۶۔ لوگوں میں فتنہ وفساد نہ ہو۔ جیسے پسند کے باوجود آپ نے کعبہ شہید کر کے اسکے شرقی و غربی دروازے نہ بنائے اور نہ ہی حطیم کو کعبہ میں داخل کیا۔ (بخاری)

۷۔امت پر نرمی کی وجہ سے اپنے حقوق چھوڑ دینا۔جیسا کہ آپ نے مدینہ کو حرم بنایا مگر وہاں مکہ کی طرح سزائیں اور کفارے لازم نہ فرمائے۔

۸۔غیر مسلموں کا شعار ہونے کی وجہ سے کوئی کام نہ کرنا۔مثلاً نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے محراب منع کیے، بعد میں سمتِ کعبہ کے تعین کے لیے کچھ تغیر سے رائج ہوئے۔

۹۔خرابی ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے کسی کام سے منع نہ کرنا۔جیسے عورتوں کا مسجد آنا، بعد میں حالات میں خرابی ظاہر ہونے پر سیدنا عمرؓ اور صحابہ نے منع فرمادیا۔

۱۰۔اس وقت اس کام کے منکر نہ ہونا۔جیسے صحابہ واہلبیت کے منکر نہ ہونے کی وجہ سے ان کے نام آپ نے خطبے میں شامل نہ کیے، بعد میں ضرورت پر شامل کیے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی فعل کا نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں، کسی کام کا کرنا تو جواز کی دلیل ہے مگر نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔(فتاویٰ رضویہ)

تمھیں حضور سے زیادہ محبت ہے؟

15۔کیا تمھیں صحابہ کی بہ نسبت حضور ﷺ سے زیادہ محبت ہے جو تم میلاد مناتے ہو؟

جواب: اگر کوئی قرآن وحدیث کے واضح دلائل کے باوجود میلاد النبی ﷺ منانے کو بدعت بتائے اور مذکورہ بات کہے تو پھر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ:

تم جمعہ وعیدین کے خطبے میں خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ وعباس ومعاویہ رضی اللہ عنہم کے نام لیتے ہو۔کیا یہ نام حضور ﷺ نے لیے یا صحابہ نے لیے؟ یقیناً نہیں۔تو کیا تمھیں حضور ﷺ اور صحابہ کی بہ نسبت ان حضرات سے زیادہ محبت ہے؟

کیا رائیونڈ کا تبلیغی اجتماع حضور ﷺ نے کیا یا صحابہ نے کیا؟ کیا صحابہ نے کہیں کوئی سالانہ تبلیغی اجتماع کیا؟ یقیناً نہیں کیا۔تو کیا تمھیں حضور ﷺ اور صحابہ کی بہ نسبت دین سے زیادہ محبت ہے؟

کیا تبلیغ کے نام پر حضور ﷺ نے یا صحابہ کرام نے ''سہ روزہ'' یا ''چلّے'' لگائے؟

یقیناً نہیں۔تو کیا تمھیں حضور ﷺ اور صحابہ کی بہ نسبت تبلیغ سے زیادہ محبت ہے؟

تم ''ختمِ بخاری'' کے نام سے جلسے کرتے ہو۔کیا حضور ﷺ نے یا صحابہ نے ''ختمِ بخاری'' کے نام سے کوئی جلسہ کیا؟ یقیناً نہیں کیا۔تو کیا تمھیں ان کی بہ نسبت احادیث سے زیادہ محبت ہے؟

تم ''محافلِ قرأت'' منعقد کرتے ہو۔کیا حضور ﷺ نے یا صحابہ نے ''محفلِ قرأت'' منعقد کی؟ یقیناً نہیں کی تو کیا تمھیں ان کی بہ نسبت قرآن سے زیادہ محبت ہے؟

تم ''سیرت کانفرنس'' یا ''توحید وسنت کانفرنس'' منعقد کرتے ہو۔کیا حضور ﷺ نے یا صحابہ نے ''سیرت کانفرنس'' یا ''توحید وسنت'' کے نام سے کوئی جلسہ کیا؟ یقیناً نہیں۔تو کیا تمھیں ان کی بنسبت سیرت یا توحید وسنت سے زیادہ محبت ہے؟

عنوان کا ثبوت دو:

آج اہلسنت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ 23 سالہ دورِ نبوی اور 30 سالہ دورِ خلفائے راشدین میں کوئی جلسہ عید میلاد النبی یا گیارھویں شریف کے نام سے منعقد ہوا ہو تو ثبوت دو۔پھر ہم بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ 23 سالہ دورِ نبوی اور 30 سالہ دورِ خلفائے راشدین میں کوئی جلسہ سیرت النبی یا ختمِ بخاری یا توحید وسنت یا اہلحدیث کانفرنس کے نام سے منعقد ہوا ہو تو تم ثبوت دو۔

غور فرمائیے کہ دو جلسے منعقد ہوتے ہیں ایک میلاد کا، دوسرا سیرت کا۔دونوں کے دن اور تاریخ پہلے سے متعین ہوتے ہیں۔دونوں جلسوں کے پوسٹرز ہیں، بینرز ہیں، دونوں میں سٹیج ہے، قالین ہیں، مقررین ہیں، تلاوت ونعت ہے، نعرے ہیں، بعد میں کھانا پینا ہے۔اس کے باوجود منکروں کے نزدیک میلاد کا جلسہ بدعت ہے اور سیرت کا سنت!!! کیا یہ منافقت اور تضاد نہیں؟؟؟

ہاں دونوں جلسوں میں بڑا فرق ہے اور وہ ہے محبتِ رسول ﷺ کا۔ایک جلسہ میں

حضور ﷺ کی عظمت وشان بیان کی جاتی ہے اور دوسرے میں شان کو کم کرنے کی ناپاک سعی کی جاتی ہے۔ کاش کہ کوئی منکر بدعت کی ایسی تعریف بتائے جس کی رُو سے میلاد کا جلسہ تو بدعت قرار پائے اور سیرت النبی کا جلسہ سنت۔ میلاد کا جلوس تو بدعت قرار پائے اور ''احتجاجی جلوس''، ''نظریۂ پاکستان ریلی'' سنت۔

اسی طرح داتا گنج بخشؒ کا عرس تو بدعت قرار پائے اور اپنے مولوی کی برسی اور ''سالانہ اجتماع'' سنت۔ محفلِ میلاد تو بدعت قرار پائے اور محفلِ حمد وقرأت سنت۔ ''لبیک یارسول اللہ'' کہنا تو بدعت قرار پائے اور ''میں نوکر صحابہ دا'' کہنا سنت۔

﴿فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ ''تو عبرت حاصل کرو اے نگاہ والو!''۔

میلاد النبی ﷺ پر افسردہ کون:

علامہ ابوالقاسم سہیلیؒ اپنی تصنیف ''روض الانف'' میں لکھتے ہیں،

''ابلیس اپنی زندگی میں چار بار چیخ مار کر رویا۔ پہلی بار جب اسے ملعون قرار دیا گیا، دوسری بار جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا، تیسری بار جب رسولِ معظم ﷺ کی ولادت ہوئی اور چوتھی بار جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی''۔ لہٰذا میلاد پر افسردہ ہونا ابلیس کا کام ہے اور خوش ہو کر رب کا شکر ادا کرنا مومنوں کا شعار ہے۔

علمائے عرب وعجم کا فتویٰ:

اعلیٰ حضرت نے کثیر علمائے عرب کا متفقہ فتویٰ نقل کیا ہے جس میں تحریر ہے،

''پس محفلِ میلاد اور قیام کا انکار کرنے والا بدعتی ہے۔ یہ انکار ایک بدعتِ سیئہ و مذمومہ ہے کہ اُس نے ایسی چیز سے انکار کیا جو اللہ تعالیٰ اور اہلِ اسلام کے نزدیک نیک ہے۔ جیسا کہ حدیثِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ''جس چیز کو مسلمان نیک سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک نیک ہے''۔ (مسند احمد ج۱: ۳۷۹، طبرانی کبیر ج۹: ۱۱۲)

یہاں مسلمانوں سے کامل مسلمان مراد ہیں جیسے علمائے باعمل۔ چنانچہ مجلسِ میلاد

اور قیام کو علمائے عرب، مصر، شام، روم اور اندلس کے علماء نے آج تک مستحسن جانا تو اجماع ہو گیا اور جو امر اجماع سے ثابت ہو وہ حق ہے، گمراہی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، ''میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی''۔ (ترمذی)

پس حاکمِ شرع پر لازم ہے کہ منکر کو سزا دے''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۲۶: ۵۱۶)

فرمانِ الٰہی ہے، ﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا﴾

''اور جو حق راستہ واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے، اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے، کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی''۔ (النساء: ۱۱۵)

''اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اجماعِ امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے''۔ (تفسیر عثمانی اور دیگر تفاسیر)

ایک ضروری تنبیہ:

محبت کی فطرت میں نکتہ چینی نہیں، یہ تو ادب سکھاتی ہے۔ اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت کیجیے، ان کی تعظیم اور اطاعت کیجیے۔ میلاد مناتے رہیے کہ یہ صراطِ مستقیم ہے۔

علماءِ حق، میلاد کے موقع پر ہر ناجائز کام سے منع فرماتے ہیں مثلاً آلاتِ موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا، رقص کرنا، نماز کا اہتمام نہ کرنا، لنگر کا کھانا پھینک کر بانٹنا وغیرہ۔ البتہ مذکورہ ناجائز کاموں کی وجہ سے میلاد منانے کو حرام کہنا یقیناً بری بدعت ہے۔ اگر کسی نیکی کے ساتھ منکرات شامل ہو جائیں تو ان منکرات کی اصلاح کرنی چاہیے نہ یہ کہ اس نیک کام ہی کو ''حرام'' کہہ دیا جائے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ. وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن.

☆☆☆☆